﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۹؍مئی ۲۰۰۳ء | ۷؍ربیع الاول ۱۴۲۴ہجری قمری ۹؍ہجرت ۱۳۸۲ہجری شمسی | شمارہ ۱۹

میں تو ایک مسافر ہوں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ چٹائی پر سو رہے تھے۔ جب اٹھے تو چٹائی کے نشان پہلو مبارک پر نظر آئے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم آپؐ کے لئے نرم سا گدیلا بنا دیں تو کیا اچھا نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے دنیا اور اس کے آراموں سے کیا تعلق؟ میں اس دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو ایک درخت کے نیچے ستانے کے لئے اترے اور پھر شام کے وقت اس کو چھوڑ کر آگے چل کھڑا ہو۔

(ترمذی کتاب الزھد باب فی اخذ المال بحقه)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

دعا کرنے والوں کے لئے آسمان زمین سے نزدیک آجاتا ہے اور دعا قبول ہو کر مشکل کشائی کے لئے نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں۔

’’قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک روحانی قانونِ قدرت ہے کہ دعا پر حضرت احدیّت کی توجہ جوش مارتی ہے اور سکینت اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی ملتی ہے۔ اگر ہم ایک مقصد کی طلب میں غلطی پر نہ ہوں تو وہی مقصد مل جاتا ہے اور اگر ہم اس خطا کار بچہ کی طرح جو اپنی ماں سے سانپ یا آگ کا ٹکڑہ مانگتا ہے اپنی دعا اور سوال میں غلطی پر ہوں تو خدا تعالیٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا کرتا ہے۔ اور بایں ہمہ دونوں صورتوں میں ہمارے ایمان کو بھی ترقی دیتا ہے کیونکہ ہم دعا کے ذریعہ سے پیش از وقت خدا تعالیٰ سے علم پاتے ہیں اور ایسا یقین بڑھتا ہے کہ گویا ہم اپنے خدا کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے کہ ابتداء سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنّت اللہ یہ ہے کہ اُس کا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی تمام ہمّت اور تمام توجّہ اس امر کے ہو جانے کے لئے مصروف کرتا ہے۔ تب اُس مردِ فانی کی دعائیں فیوض الٰہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے کام بن جائے۔ یہ دعا اگرچہ بعالم ظاہر انسان کے ہاتھوں سے ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ انسان خدا میں فانی ہوتا ہے اور دعا کرنے کے وقت میں حضرت احدیّت وجلال میں ایسے فنا کے قدم سے آتا ہے کہ اُس وقت وہ ہاتھ اُس کا ہاتھ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہی دعا ہے جس سے خدا پہچانا جاتا ہے۔ اور اس ذوالجلال کی ہستی کا پتہ لگتا ہے جو ہزاروں پردوں میں مخفی ہے۔ دعا کرنے والوں کے لئے آسمان زمین سے نزدیک آجاتا ہے اور دعا قبول ہو کر مشکلکشائی کے لئے نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اُن کا علم پیش از وقت دیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ کہ میخ آہنی کی طرح قبولیت دعا کا یقین غیب سے دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ سچ یہی ہے کہ اگر یہ دعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خداشناسی کے بارے میں حق الیقین تک نہ پہنچ سکتا۔ دعا سے الہام ملتا ہے، دعا سے ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اُس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ دعا کی ضرورت نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پاویں بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو دعا کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اُس سچے ذوالجلال خدا کو پا ہی نہیں سکتا جس سے بہت سے دل دور پڑے ہوئے ہیں۔ نادان خیال کرتا ہے کہ دعا ایک لغو اور بیہودہ امر ہے مگر اُسے معلوم نہیں کہ صرف ایک دعا ہی ہے جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والوں پر تجلّی کرتا اور اَنَا الْقَادِر کا الہام اُن کے دلوں پر ڈالتا ہے۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس زندگی میں روحانی روشنی کے طالب کے لئے صرف دعا ہی ایک ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بخشتا اور تمام شکوک وشبہات دور کر دیتا ہے۔ کیونکہ جو مقاصد بغیر دعا کے کسی کو حاصل ہوں وہ نہیں جانتا کہ کیونکر اور کہاں سے اس کو حاصل ہوئے۔ بلکہ صرف تدبیروں پر زور مارنے والا اور دعا سے غافل رہنے والا یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یقیناً وحقاً خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے اُس کے مقاصد کو اس کے دامن میں ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کسی کامیابی کی بشارت دیا جاتا ہے وہ اس کام کے ہو جانے پر خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت میں آگے قدم بڑھاتا ہے۔ اور اس قبولیت دعا کو اپنے حق میں ایک عظیم الشان نشان دیکھتا ہے۔ اور اسی طرح وقتاً فوقتاً یقین سے پُر ہو کر جذباتِ نفسانی اور ہر ایک قسم کے گناہ سے ایسا مجتنب ہو جاتا ہے کہ گویا صرف ایک روح رہ جاتا ہے۔ لیکن جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے رحمت آمیز نشانوں کو نہیں دیکھتا وہ باوجود تمام عمر کی کامیابیوں اور بے شمار دولت اور مال اور اسباب تنعّم کے دولت حق الیقین سے بے بہرہ ہوتا ہے اور وہ کامیابیاں اس کے دل پر کوئی نیک اثر نہیں ڈالتیں بلکہ جیسے جیسے دولت اور اقبال پاتا ہے غرور اور تکبّر میں بڑھتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر اگر اس کو کچھ ایمان بھی ہو تو ایسا مردہ ایمان ہوتا ہے جو اُس کو نفسانی جذبات سے روک نہیں سکتا اور حقیقی پاکیزگی بخش نہیں سکتا‘‘۔ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰)

اے جانے والے تو نے اس پیاری جماعت کو جو خوشخبری دی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی اور یہ جماعت آج پھر بنیان مرصوص کی طرح خلافت کے قیام واستحکام کے لئے کھڑی ہو گئی

اے میرے قادر خدا تو ہمیشہ کی طرح اپنی جماعت پر اپنے کئے ہوئے وعدوں کے مطابق اپنے پیار کی نظر ڈالتا رہ

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ پہلے خطبہ جمعہ کا خلاصہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۵؍اپریل ۲۰۰۳ء)

(لندن ۲۵؍اپریل): سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے آیت کریمہ ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔......﴾ (البقرۃ:۱۸۷) کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد فرمایا: یہ آیتِ کریمہ جس کی ابھی تلاوت کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت مجیب سے تعلق رکھتی ہے۔ گو اس صفت کا بیان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں لیکن ان حالات میں آج کے لئے میں نے اس کو منتخب کیا ہے۔ اس میں دعاؤں کی قبولیت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس پہلو سے آج یہ مضمون بیان کیا جائے گا اور قبولیت دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت پر

جو بیشمار احسان اور فضل فرمایا ہے اس کا ذکر ہوگا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا بڑا کریم اور سخی ہے ۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔حضور انور نے فرمایا کہ یہاں تو جماعت ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی ۔ پھر کیوں نہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق دوڑتا ہوا آتا اور ہماری مدد فرماتا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی دعا پیش کی کہ اے میرے اللہ! تُو ہمیں اپنا ایسا خوف عطا کر جو ہمارے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں اپنی ایسی اطاعت عطا کر جس کی وجہ سے تُو ہمیں جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب تُو ہم پر آسان کر دے۔اے میرے اللہ! ہمیں اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی طاقتوں سے زندگی بھر صحیح صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ہمیں اس بھلائی کا وارث بنا۔اور جو ہم پر ظلم کرے اُس سے تُو ہمارا انتقام لے۔ جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اُس کے برخلاف ہماری مدد فرما۔اور ہمارے دین کے بارہ میں ہمیں کسی ابتلا میں نہ ڈال۔اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا غم اور فکر نہ بنا اور دنیا ہی ہمارا مبلغ علم نہ ہو۔(یعنی ہمارے علم کی پہنچ صرف دنیا تک ہی محدود نہ ہو۔)اور ایسے شخص کو ہم پر مسلّط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرتا ہو۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ سے بتایا کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے مجھے دعاؤں میں وہ جوش دیا ہے جیسے سمندر میں ایک جوش ہوتا ہے۔میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدّم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھنا۔اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو نجات دے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اس سنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا درد مجھے اپنے درد سے بڑھ کر ہو جائے ۔اللہ میری مدد فرمائے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ہم تو یہ دعا کرتے ہیں کہ خدا جماعت کو محفوظ رکھے اور دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ نبی کریم ﷺ برحق رسول تھے اور خدا کی ہستی پر لوگوں کو ایمان پیدا ہو جائے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس دور میں بھی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تمام دعاؤں کا وارث بنائے جو آپ نے اپنے ماننے والوں کے لئے کیں۔اور سب سے بڑھ کر ان دعاؤں سے بھی حصہ دے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمّت کے لئے کیں۔اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیاروں کی دعاؤں کا وارث بنایا ہے جس کے نظارے ہم روز کرتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات نے ہماری کمریں توڑ کر رکھ دی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کے طفیل ہی اپنے وعدہ کو پورا فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے اس موقعہ پر آیت استخلاف (سورۃ نور:۵۶) کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پیاری جماعت کو کبھی ناشکر گزاروں میں سے نہ بنائے۔اللہ کرے کہ یہ نعمت یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تا قیامت قائم رہے۔خدا تعالیٰ اپنے فضل کا ہاتھ کبھی جماعت پر سے نہ اُٹھائے۔یہ جماعت ہمیشہ شکر گزاروں اور دعائیں کرنے والوں کی جماعت بنی رہے۔اللہ تعالیٰ کے پیار اور رحمت کی نظر ہمیشہ ہم پر پڑتی رہے۔

حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد پیش فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سرِ نو اُس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے قدرت ثانیہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات بھی اس موقعہ پر پیش فرمائے جن میں آپؑ فرماتے ہیں کہ اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔سو تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں۔اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں کہ یہی تمہارے لئے بابرکت راہ ہے تم اس حبل اللہ کو اب مضبوط پکڑ لو۔یہ محض خدا ہی کی رسّی ہے جس نے تمہارے متفرق افراد کو اکٹھا کر دیا ہے۔پس اسے مضبوط پکڑے رکھو۔

حضور انور نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض ارشادات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ خلافت کے قیام کا مدعا توحید کا قیام ہے اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔اس کے متعلق وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا کہ ایسا شجرۂ طیبہ ہے جس کی جڑیں زمین میں گہری پیوست ہیں اور کوئی دنیا کی طاقت اسے اکھاڑ کر پھینک نہیں سکتی۔ پس اگر نیکی کے اوپر جماعت قائم رہی اور ہماری دعا ہے اور ہمیشہ ہماری کوشش رہے گی کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ جماعت نیکی پر ہی قائم رہے، صبر کے ساتھ اور وفا کے ساتھ۔تو خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہمیشہ ہمارے ساتھ وفا کرتا چلا جائے گا اور خلافت احمدیہ اپنی پوری شان کے ساتھ شجرۂ طیبہ بن کر ایسے درخت کی طرح لہلہاتی رہے گی جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد بھی پڑھ کر سنایا جس میں آپ نے جماعت کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام کو پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشو و نما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدے فرمائے ہیں۔کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی۔تو دعائیں کریں، حمد کے گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج ہم سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اے جانے والے تو نے اس پیاری جماعت کو جو خوشخبری دی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔اور یہ جماعت آج پھر بنیان مرصوص کی طرح خلافت کے قیام و استحکام کے لئے کھڑی ہو گئی۔اور اخلاص اور وفا کے وہ نمونے دکھائے جن کی مثال آج روئے زمین پر ہمیں نظر نہیں آتی۔اے خدا اے میرے قادر خدا تو ہمیشہ کی طرح اپنی جماعت پر اپنی پیاری جماعت پر اپنے کئے ہوئے وعدوں کے مطابق اپنے پیار کی نظر ڈالتا رہ۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخر میں میں پھر دعا کی تحریک کرتا ہوں۔میرے لئے بھی بہت دعا کریں، بہت دعا کریں، بہت دعا کریں۔اللہ تعالیٰ مجھ میں وہ صلاحیتیں اور استعدادیں پیدا فرمائے جن سے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت کی خدمت کر سکوں اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے بنیں۔

حضور نے فرمایا آپ سے دعا کی درخواست ہے لیکن اس بارے میں ایک وضاحت میں یہاں کر دوں کہ نظام جماعت اور خلافت کا ایک تقدس ہے جو کبھی آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دے گا کہ لوگوں میں بیٹھ کر یہ باتیں کی جائیں کہ اس خلیفہ میں فلاں کمی ہے یا فلاں کمزوری ہے۔آپ مجھے میری کمزوریوں کی نشاندہی کریں حتّی الوسع کوشش کروں گا کہ ان کو دور کروں لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر باتیں کرنے والے کے خلاف نظام جماعت حرکت میں آئے گا اور اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔اس لئے میری یہی درخواست ہے کہ دعائیں کریں اور دعاؤں سے میری مدد کریں اور پھر ہم سب مل کر اسلام کے غلبہ کے دن دیکھیں۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆

دن امن و اماں کے پھر پلٹے اور خوف کا عالم دور ہوا
تاریکیٔ شب کافور ہوئی سب گھور اندھیرا نور ہوا
اب اوجِ اُفق پر اِک تارا جو پانچ کناری چمکا ہے
اس دور میں دوسری قدرت کا یہ پانچواں پاک ظہور ہوا
یہ خاص عطاءِ ربّی ہے ہم اہلِ وفا ، اہل اللہ پر
ہر قلب پہ جلوہ گر ہو کر مامور ابنِ منصور ہوا
اب تھام لو اس کو اے لوگو جو حبل اللہ اُتر آئی
اک مانندِ عُروۃ الوثقیٰ یہ اب دستِ مسرور ہوا
یہ عہدِ کمالِ فتح و ظفر جو اب اسلام پہ ہے آیا
اس عہد میں دنیا دیکھے گی پھر کفر کو چکنا چور ہوا

(مبارک احمد ظفر۔لندن)

****

اعلان نکاح

مکرم لئیق احمد طاہر صاحب مبلغ سلسلہ نے مورخہ ۲۶/اپریل بروز ہفتہ بعد نماز عصر مسجد فضل لندن میں سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی موجودگی میں عزیزم ثمر احمد خالد فاروقی سنوری صاحب اور عزیزہ ہما رحمان صاحبہ کے نکاح کا اعلان کیا۔ یہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت عہد خلافت کا سب سے پہلا نکاح تھا جس میں حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت شمولیت فرمائی۔

عزیزم ثمر احمد خالد فاروقی سنوری صاحب، مکرم شجر احمد صاحب فاروقی سنوری اور مکرمہ حامدہ فاروقی سنوری صاحبہ کے فرزند ہیں۔مکرم شجر احمد صاحب فاروقی مرکز میں مختلف خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔عزیزم ثمر احمد حضرت مولانا قدرت اللہ صاحب سنوریؓ کے پڑنواسے ہیں۔

عزیزہ ہما رحمان صاحبہ، مکرم مرزا فضل الرحمان صاحب اور مکرمہ شمیم رحمان صاحبہ کی دختر ہیں۔مکرم مرزا فضل الرحمان صاحب ایسٹ لندن ریجن کے امیر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے فریقین کے لئے بہت بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔

علّامہ اقبال کے ''زرخیز'' دماغ کی فلسفیانہ اُپج
انقطاع نبوت کی ایک انوکھی اور یکسر نرالی تشریح

(مسعود احمد خان دھلوی)

علامہ اقبال بہت وسیع المطالعہ، بعض علوم جدیدہ کے متبحر عالم، جدت طراز میلان طبع اور بہت زرخیز فلسفیانہ دماغ کے مالک تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ شعر گوئی میں بھی انہیں یدطولیٰ حاصل تھا۔ اَدَق سے اَدَق مسائل کو نہایت پرشوکت اور پراثر الفاظ میں ادا کرنے کا سب سے جدا اور منفرد انداز اختیار کرکے انہوں نے شاعری میں بھی اپنے کمال فن کا لوہا منوایا اور اس شان سے منوایا کہ آج تک ایک بہت بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے ان کے نام کا ڈنکہ بجتا ہے۔ بعض مقامات پر تو عجیب وغریب نظریات پر مشتمل ہونے کے باوجود بھی لوگ ان کے مسحورکُن انداز میں گم ہوکر ان کے کلام کو بڑے شوق سے پڑھتے اور سر دھنتے ہیں۔

علامہ کو اپنے دلپسند موضوع ''قدیم و جدید فلسفہ'' پر پورا عبور حاصل تھا۔ حتی کہ فلسفہ ان کے دل و دماغ اور فکر ونظر پر اس طرح چھایا ہوا تھا کہ وہ ہر چیز کو خواہ وہ مسلّمہ دینی عقائد ہی کیوں نہ ہوں مغربی فلسفہ اور اس کے نرالے استدلال پر پرکھنے اور بسا اوقات عجیب وغریب نتائج اخذ کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ بعض اوقات ایسے خلاف اسلام نتائج پر ان کے علم و دانش کے بعض مداح اور شعر گوئی میں دلوں پر اثر کرنے والے ان کے مخصوص ومنفرد انداز کے رسیا بھی انگشت بدنداں ہوئے بغیر نہ رہتے۔

ایک خاص امر کی نشاندہی

قبل اس کے کہ ہم ایک خاص دینی مسئلہ پر ان کے سب سے نرالے اور سب سے جدا انداز فکر پر روشنی ڈالیں ایک امر کا تذکرہ ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ علامہ اقبال حضرت مولانا رومؒ کی قدر ومنزلت کے تو دل سے قائل تھے لیکن شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ جیسے متبحر عالم کی تنقیص اور گستاخی کو اپنے لئے مباح سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت مولانا رومؒ وحدت الوجود کے مخالف تھے اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ وحدت الوجود کہ جو انسان کی نفیٔ ذات کی تعلیم دیتا ہے بہت بڑے علمبردار تھے۔ دیگر صوفیاء کی طرح خود حضرت مولانا روم کی مشہور عالم مثنوی معنوی اس امر کی شاہد ناطق ہے کہ خود انہوں نے بھی وحدت الوجود پر کچھ کم زور نہیں دیا۔ دراصل جملہ دیگر جلیل القدر صوفیائے کرام کا وحدت الوجود پر زور دینے کا مقصد خدا تعالیٰ کی توحید کامل کو دنیا پر آشکار کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ بعد میں لوگوں نے اس پر حاشئے پر حاشئے چڑھا کر اسے کچھ سے کچھ بنا دیا۔ الغرض یہ عجیب بات ہے کہ دونوں عظیم المرتبت صوفیاء حضرت مولانا رومؒ اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے مابین عقیدۂ وحدت الوجود کے اشتراک کے باوجود علامہ اقبال اول الذکر کو تو آسمان پر چڑھاتے ہیں اور مؤخر الذکر کی تنقیص میں اس حد تک آگے نکل جاتے ہیں کہ ان پر الحاد اور زندقہ کا فتویٰ جڑنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے نظریات اور بالخصوص ان کی بعض تصریحات سے علامہ اقبال کے عدم اتفاق کی وجہ کچھ اور تھی۔ اس راز پر سے جناب ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صاحب، سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور نے اپنے ایک مضمون میں پردہ اٹھایا ہے۔ اس کی طرف تو ہم بعد میں آئیں گے ہم پہلے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور وہ ہے ختم نبوت کے جواز میں علامہ اقبال کا انوکھا استدلال۔ اس مسئلہ کے بارہ میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا صحیح نظریہ ہی ان سے علامہ اقبال کے اختلاف کا موجب بنا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا رومؒ کی مثنوی میں بھی ختم نبوت کے بارہ میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی بیان کردہ تشریح کی تائید موجود ہے لیکن علّامہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت اور اقبال

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کے تا قیامت جاری رہنے والے رفیع الشان مقامِ ''خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ'' میں لفظ خاتَمْ کے لغوی معنوں سے انحراف کرنے اور حدیث نبویؐ ''لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' میں لفظ ''بَــعْــد'' کے اصطلاحی معنوں سے اعراض اختیار کرنے کے نتیجہ میں مسلمانوں میں رفتہ رفتہ یہ عقیدہ در آیا اور ان کے دماغوں میں راسخ سے راسخ تر ہوتا چلا گیا کہ آنحضرت ﷺ بایں معنی آخری نبی ہیں کہ اب آپؐ کے بعد کسی بھی نوع کا کوئی نبی تا قیامت مبعوث نہیں ہوگا۔ اس طرح انہوں نے فیضانِ امتِ محمدیہ کے کُلّی انقطاع کا عقیدہ اختیار کرلیا اور افراد امت کے روحانی علوم وارتقاع کا راستہ کُلّی طور پر بند کردیا۔

علامہ اقبال کے فلسفی دماغ کو مسلمانوں میں در آنے والا نبوت ہی نہیں بلکہ وحی والہام کے کلّی انقطاع کا یہ عقیدہ بہت راس آیا کیونکہ وہ جیسا کہ ہم آگے چل کر خود علاّمہ کے فرمودات سے ثابت کریں گے کہ وہ انسانی دماغ کے فلسفیانہ نظامِ فکر کے کسی بھی نوع کے انقطاع یا خاتمیت کے قائل نہ تھے اور فلسفیانہ نظامِ فکر کی بلاروک ٹوک غیر محدود ترقی پر دل سے ایمان رکھتے تھے۔ وہ اس میں بیرونی مداخلت خواہ وہ منجانب اللہ وحی کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے اس لئے انہوں نے ختم نبوت کو آئندہ زمانوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ رکھا بلکہ اس میں خود حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے انقطاع کو شامل کرلیا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آنحضورؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا بلکہ لکھا ہے کہ آنحضورؐ کی ذاتِ اقدس میں نبوت نے اپنی معراج کمال کو پہنچ کر خود اپنے انسداد واستیصال کی راہ ہموار کردی۔ ختم نبوت کی اس نرالی تشریح کو پروفیسر محمد عثمان صاحب (مرحوم) نے ایک عظیم کارنامہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تصنیف ''فکر اسلامی کی تشکیل۔ علامہ اقبال کے شہرۂ آفاق انگریزی خطبات کا ایک مطالعہ''، شائع کردہ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور میں علامہ مرحوم کے اس کارنامہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ اس ضمن میں (عقیدہ ختم نبوت کے ضمن میں) جو سطریں علامہ کے قلم سے نکلی ہیں، فکر کی گہرائی اور دلائل کی ندرت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہیں۔ یہ دو پیراگراف اقبال ہی کے ادب میں نہیں کل اسلامی ادب میں ایک ممتاز مقام کے مستحق ہیں''۔

(پروفیسر محمد عثمان کی کتاب مذکور صفحہ ۱۲۶)

تعریف و توصیف کے ان جملوں کے بعد پروفیسر محمد عثمان صاحب نے ختم نبوت کی تشریح پر مشتمل علامہ اقبال کے پیراگرافس کا اردو ترجمہ درج کیا ہے۔ ہم پہلے علامہ مرحوم کی انگریزی عبارت درج کرکے پھر اس کا وہ اردو ترجمہ درج کریں گے جسے پروفیسر محمد عثمان صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب کی زینت بنایا ہے۔

علاّمہ اقبال نے اپنے پانچویں خطبہ میں یہ بتانے کے بعد کہ مَیں پہلے آپ حضرات کی توجہ اسلامی ثقافت کے بعض روح رواں کا درجہ رکھنے والے تصورات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کی رسائی اُس روح کی جھلک تک ہو سکے جس کا اظہار ان تصورات میں کیا گیا ہے۔ علامہ نے لکھا یہ ہے کہ اس موضوع پر مزید پیشقدمی سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اسلام کے ایک عظیم نظریہ کی ثقافتی قدر و قیمت سے آگاہی حاصل کریں۔ اس سے میری مراد نبوت کے بحیثیت ایک ادارے کی خاتمیت اور انقطاع کلّی سے ہے۔ یہ لکھنے کے بعد علاّمہ نے مزید جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے:

"A prophet may be defined as a type of mystic consciousness in which unitary experience tends to overflow its boundries, and seeks oppertunities of redirecting or refashioning the forces of collective life, ... The birth of Islam as I hope to be able presently to prove to your satisfaction is the birth of inductive intellect. In Islam prophecy reaches its perfection in discovering the need of its own abolition. This involves the keen perception that life cannot for ever be kept in leading strings, that involves keen perception in order to achieve full conception man must finally be thrown to his own resources. The abolition of priesthood and heriditary kingship in Islam, the constant appeal to reason and experience in Quran and the emphasis that it lays on Nature and History as sources of knowledge, are all different aspects of the same idea of finality."

ترجمہ از پروفیسر محمد عثمان:۔

> ''ہم نبی کی تعریف یوں بھی کرسکتے ہیں کہ وہ ایک طرح کا صوفیانہ شعور ہے جس میں واردات وصل اپنی سرحدوں سے باہر نکل آتی اور اجتماعی زندگی کی قوتوں کو ایک نیا رخ، نئی صورت دینے پر مائل ہوتی ہے............۔ اسلام کا ظہور جیسا کہ آگے چل کر خاطر خواہ طریق پر ظاہر کیا جائے گا استقرائی عقل کا ظہور تھا۔ اسلام میں چونکہ نبوت اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی لہذا اس کا خاتمہ ضروری ہوگیا۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اس کے شعور ذات کی تکمیل اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔ اسلام نے اگر مذہبی پیشوائیت کو تسلیم نہیں کیا یا خاندانی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا یا بار بار عقل اور تجربہ پر زور دیا ہے اور عالمِ فطرت اور تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے تو اس لئے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے کہ یہ سب تصور خاتمیت کے پہلو ہیں''۔

(''علامہ اقبال کے شہرہ آفاق انگریزی خطبہ کا ایک مطالعہ'' صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹)

بعض علماء کی طرف سے علاّمہ اقبال کے نظریہ کی تغلیط

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ چونکہ اسلام میں نبوت کے اپنے معراج کمال کو پہنچنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ بحیثیت ایک رہنما آسمانی ادارہ کے اس کا خاتمہ ناگزیر ہوگیا تھا۔ اس ادارہ کی حیثیت Leading Strings ان بندھی ہوئی ڈوریوں کی تھی جو پتلیوں کی حرکات وسکنات اور امیال وافعال کو کنٹرول کرتی ہیں۔ اس قسم کی بندشوں سے انسان کے شعور ذات کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسان بیرونی مداخلت سے بے نیاز اور آزاد ہوکر خود اپنے وسائل سے کام لے اور خود شعور ذات کی تکمیل میں کوشاں ہو۔ اس سے تو نعوذ باللہ خود آنحضرت ﷺ کی دائمی نبوت اور آنحضورؐ کی اتباع کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ نہایت بلند پایہ شاعری کے سحر کے زیر اثر آکر ہر بات پر سر دھننے والوں کی تو بات ہی اور ہے۔ ان کا تو کام ہی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا اور کچھ نہیں۔ بعض مذہبی حلقوں کے لئے نبوت کی ضرورت کو ختم کرنے والا یہ نظریہ کسی طور قابل قبول نہ تھا۔ ہر چند کہ احمدیت آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کو از سر نو اجاگر کرنے کی غرض سے ہی آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق منجانب اللہ معرض وجود میں آئی تھی مذہبی حلقوں کو اس کا وجود بھی گوارا نہ ہوا۔ جب علامہ اقبال نے فلسفہ کی آڑ میں آنحضرت ﷺ کی تا قیامت جاری رہنے والی نبوت کے خاتمہ کو انسان کے شعور ذات کی تکمیل کے لئے ناگزیر قرار دیا تو وہی مذہبی حلقے سٹپٹا اٹھے۔ جماعت اسلامی کے ترجمان ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' نے جس کے مدیر خود بانیٔ جماعت اسلامی مولانا مودودی تھے علامہ اقبال کی اس جسارت کا نوٹس لیا اور اس نے لکھا:

''ہمارے نزدیک ختم نبوت کے لئے یہ

استدلال (مراد علاّمہ اقبال کے استدلال سے ہے) اپنے مقدمات کے لحاظ سے بھی غلط ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے بھی۔ انسانی ذہن کا ارتقا جس پر اس پورے استدلال کی بنیاد رکھی گئی ہے صرف عالم مادی وطبیعی کی معلومات تک محدود ہے۔ رہا دینی واخلاقی شعور تو اس معاملہ میں ذہن انسانی کا زمانی ارتقاء کوئی ثابت شدہ حقیقت نہیں ہے۔ آغاز انسانیت سے لے کر آج تک پاکیزہ ترین تصور ایمان واخلاق رکھنے والے انسان اور بدترین عقائد واخلاق رکھنے والے انسان، ہر دَور اور ہر زمانہ میں پہلو بہ پہلو پائے گئے ہیں۔ نوع انسانی نے تاریخی وزمانی تدریج کے لحاظ سے اخلاق وایمان میں ترقی کے لئے کوئی مدارج طے نہیں کئے ہیں۔ دیدہ روزگار نے ہر زمانہ میں عقیدہ واخلاق کی انتہائی بلندی اور انتہائی پستی کے مناظر کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس لئے **ختم نبوت کے حق میں یہ دلیل سرے سے غلط ہے۔ پھر اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ قادیانیت کے ساتھ ساتھ خود اسلام کی جڑ بھی کاٹ دیتا ہے۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ پہلے انبیاء کی ضرورت اس لئے تھی کہ انسان بچہ تھا اور اب ان کی ضرورت اس لئے نہیں رہی کہ اب انسان سن رُشد کو پہنچ چکا ہے تو اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب انسان کو سرے سے ہدایت بذریعہ نبوت کی حاجت ہی نہیں رہی۔ یہ ایک ایسا تیر ہے جس نے بیک وقت قادیانیت اور اسلام دونوں کو مجروح کر دیا ہے''۔**

(ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور بابت محرم و صفر ۱۳۷۲ھ مطابق اکتوبر ،نومبر ۱۹۵۲ء۔ جلد ۳۹ عدد ۱،۲۔ مرتبہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۱۴۰۔۱۴۱)

احمدیت کی مخالفت میں اندھے ہوکر علمائے ظاہر علامہ اقبال کی مسحورکن شاعری سے سحرزدہ ہونے کے باعث علامہ اقبال کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ انہیں علامہ اقبال کے انگریزی خطبات کے مالہ وماعلیہ کا کچھ علم نہ تھا۔ جب رسالہ طلوع اسلام نے اس کے بعض مندرجات پر تفصیل سے روشنی ڈال کر ان کے سراسر غلط استدلال کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی تو علماء ہکّا بکّا ہوئے بغیر نہ رہے۔ ان کی آنکھیں فی الاصل تو تب کھلیں جب پروفیسر محمد عثمان مرحوم نے اپنی کتاب میں یہ اعلان کیا:

''علامہ اقبال نے کس نظر وبصیرت کے ساتھ ختم نبوت کو حرّیت ذہنی اور آزادیٔ فکر کا منبع وسرچشمہ قرار دیا ہے۔ تصور خاتمیت انسان کی آزادیٔ فکر کا وہ منشور ہے جو انسان کو دوسروں کے خارجی احوال ہی سے نہیں ان کے باطنی واردات سے بھی آزاد کرتا ہے۔ ختم نبوت ہر قسم کے ذہنی وروحانی استحصال کے خلاف ایک مضبوط حصار ہے جس سے مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی بہت کم فائدہ اٹھایا ہے''۔

(علامہ اقبال کے شہرۂ آفاق انگریزی خطبات کا ایک مطالعہ ۔ صفحہ ۱۳۰۔۱۳۱)

علامہ اقبال کے انگریزی خطبات کا جب تک اُردو ترجمہ نہ ہوا تھا علماء بھی واہ واہ کے ڈونگرے برساتے رہے۔ لیکن بہت بعد میں ان خطبات پر مبنی جب مندرجہ بالا قسم کی تحریرات جو اسلام کی جڑوں پر تبر رکھنے کے مترادف تھیں عام ہونی شروع ہوئیں تو لوگوں نے ان خطبات کے بارہ میں جو "Reconstruction of Religious Thought in Islam" (یعنی فکر اسلامی کی تشکیل وترتیب نو) کے نام سے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئے تھے علماء سے ان خطبات کے بارہ میں رائے معلوم کرنا چاہی۔ اس سلسلہ میں آغا شورش کاشمیری مدیر ''چٹان'' نے بھی ایک خط مولانا مودودی کی خدمت میں لکھا۔ اس پر مولانا نے جواباً تحریر فرمایا:

''یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ (علامہ اقبال کے انگریزی خطبات میں پیش کردہ) یہ ترتیب جدید بالکلیہ درست تھی۔ اس میں وقت کے حالات کا اثر بھی پایا جاتا ہے اور بعض مسائل کے بیان میں بھی خامیاں ہیں اس لئے اگر کوئی اسے فکر اسلامی کی ترتیب نو کے معاملہ میں حرف آخر کہے تو غلط ہوگا''۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور بابت ۱۵/نومبر ۱۹۷۶ء جلد ۲۹ شمارہ ۴۶ صفحہ ۲۔ ٹائٹل کی پشت پر)

ہم ان دو ایک حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ علامہ اقبال کے اس قسم کے ''اسلامی'' خیالات کے بارہ میں اور بہت سے علماء کے تردیدی حوالے چھپے ہوئے موجود ہیں۔

پروفیسر محمد عثمان مرحوم کا ختم نبوت کی نرالی تشریح کی روشنی میں اس نظریہ کو حریت ذہنی اور آزادیٔ فکر کا منبع وسرچشمہ قرار دینا نیز تصور خاتمیت کو انسان کی آزادیٔ فکر کا ایسا منشور قرار دینا جو انسان کو دوسروں کے خارجی احوال سے ہی نہیں ان کے باطنی واردات سے بھی آزاد کرتا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی اعلان کرنا کہ ختم نبوت ہر قسم کے ذہنی وروحانی استحصال کے خلاف ایک مضبوط حصار ہے جس سے مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔ اس قسم کے گمراہ کن خیالات کے اظہار کی مثالیں گزشتہ زمانہ کے مصلحین کے ماننے والوں کے ہاں بھی ملتی ہیں۔

گوتم بدھ کے ایک چیلے کی تقلید

پروفیسر محمد عثمان کے ان خیالات کو پڑھ کر مجھے حضرت گوتم بدھ کی وفات پر ان کے ایک چیلے کی طرف سے اسی قسم کے خیالات کے اظہار کا افسوسناک واقعہ یاد آ گیا۔ حضرت گوتم بدھ نے وفات سے قبل اپنے ماننے والوں کو نصیحت کی کہ اپنی نجات کے لئے دوسروں کی طرف نہ دیکھو بلکہ تمہاری نجات تمہاری اپنی ذات کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کی وفات کے بعد برہمنوں کے چکر میں پھر نہ پھنس جانا جو یہ تعلیم دیتے تھے کہ اگر نجات چاہتے ہو تو نیک اعمال بجالانے کی ضرورت نہیں بلکہ برہمنوں کی سیوا اور خدمت کے ذریعہ دیوتاؤں کو خوش کر کے مُکتی حاصل کر سکتے ہو۔ جہاں گوتم بدھ کی وفات پر ان کے خاص چیلے غمگین بیٹھے آنسو بہا رہے تھے وہاں ان کے ایک سبدھا نامی چیلے نے سب کو مخاطب کر کے کہا:۔

''دوستو! غم نہ کرو اور آنسو نہ بہاؤ۔ اب مہاتما بدھ اس دنیا سے رخصت ہو چکے اور ہم میں سے ہر ایک کو اپنی ذات کے لئے اپنا رہنما بنا گئے ہیں۔ اب ہم جس عمل کو اپنے لئے ضروری سمجھیں گے بجا لائیں گے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق اپنی راہ متعین کریں گے''۔

(History of Buddism in Ceylon by Walpora Rahoda p.xix introduction)

بے قید حریت فکر اور آزادیٔ ضمیر کے اس گمراہ کن اعلان کی تمام دوسرے چیلوں نے شدید مخالفت کی اور مہاتما بدھ کی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہونے پر زور دیا۔ یہ بات بھی ان کے ذہن میں تھی کہ گوتم بدھ اپنے بعد پھر گمراہی پھیل جانے کے زمانہ بعیدہ میں میتریا نامی ایک بدھ کے ظاہر ہونے کی پیشگوئی کر گئے تھے۔ اس لئے اس بے لگام حریت فکر اور آزادیٔ ضمیر کے گمراہ کن نظریہ کو انہوں نے مسترد کر دیا۔ جو کچھ سبدھا نامی چیلے نے گوتم بدھ کی وفات پر کہا تھا۔ پروفیسر محمد عثمان نے ختم نبوت کی غلط تشریح کی آڑ میں اسی کا اعادہ کیا جو ہرگز قابل قبول نہ تھا۔ چنانچہ علماء کو اس کی تردید کرنا پڑی۔ یہ دوسری بات ہے کہ خود علماء کہلانے والے بھی ختم نبوت کی اس سے ملتی جلتی غلط تشریح کے جال میں پھنس گئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی الگ گدی بنا کر ملّت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔

علامہ اقبال کی طرف سے شیخ الاکبر کی شان میں گستاخی کی اصل وجہ

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ علامہ اقبال نے حضرت مولانا رومؒ اور حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ میں سے حضرت مولانا روم کی شان میں تو بہت کچھ لکھا ہے برخلاف اس کے حضرت شیخ الاکبرؒ کو کیوں گستاخی اور تنقیص کا نشانہ بنایا ہے۔ حالانکہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے دونوں بزرگ ہی بہت قابل احترام بزرگ ہستیاں ہیں۔ علامہ اقبال تو حضرت شیخ الاکبر کی تنقیص وتوہین میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ ان پر الحاد اور زندقہ کا اتہام لگانے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کی۔ چنانچہ علامہ اقبال نے اپنے ایک مکتوب بنام سراج الدین پال میں لکھا:۔

''جہاں تک مجھے علم ہے فصوص میں (مراد حضرت شیخ الاکبرؒ کی تصنیف 'فصوص الحکم' ہے۔ ناقل) سوائے الحاد اور زندقہ کے اور کچھ نہیں''۔

(اقبال نامہ جلد نمبر ۱ بحوالہ رسالہ نقوش کا اقبال نمبر شمارہ ۱۲۱۔ ستمبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۱۲)

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الاکبرؒ نے عقیدہ ختم نبوت کی ایسی تشریح بیان کی ہے جس سے علامہ اقبال کے مغربی فلسفیوں سے مستعار لئے ہوئے فلسفہ کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہی ہے۔ اس کی نشاندہی ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صاحب سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے مضمون سے ہوتی ہے جو رسالہ نقوش کے اقبال نمبر ۱۹۷۷ء میں ''اقبال اور ابن عربی'' کے زیر عنوان شائع ہوا۔ اس میں سید صاحب نے لکھا ہے کہ اقبال حضرت محی الدین ابن عربی کی عظمت کے قائل تھے اور متعدد جگہ انہوں نے ان کا نام بہت عزت واحترام سے لکھا ہے۔ علامہ کو حضرت شیخ الاکبرؒ سے دو بڑے اختلاف تھے۔ ایک وحدت الوجود اور دوسرے ان کی رمزیت۔

جہاں تک وحدت الوجود کا تعلق ہے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور علی عباس جلالپوری نے اپنی کتاب ''اقبال کا علم کلام'' میں خود مثنوی مولانا روم کے اشعار پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ بھی دوسرے صوفیاء کی طرح وحدت الوجود کے کچھ کم قائل نہ تھے۔ سب صوفیاء کا اصل مقصد وحدت الوجود کے عقیدہ کے ذریعہ توحید باری تعالیٰ کو دنیا پر آشکار کرنا تھا۔ اب رہا یہ سوال کہ حضرت شیخ الاکبرؒ کی رمزیت سے کیا مراد تھی، تو ڈاکٹر سید عبداللہ اپنے مذکورہ بالا مضمون میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں:

''رمزیت کے معنی یہ ہیں کہ دین یا قرآن کے ظاہر کے پیچھے جو باطنی معانی ہیں انہیں حقیقی و اصل قرار دیا جائے اور ظاہری الفاظ یا عبارت کو محض رمز یا علامت سمجھ کر تاویل کے ذریعہ ظاہری مفہوم کی بجائے باطنی معنیٰ کو اصل سمجھا جائے''۔

(نقوش، اقبال نمبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۱۳)

شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ ختم نبوت اور 'لَانَبِیَّ بَعْدِیْ' کے ظاہری معنی کی بجائے باطنی معنی کے قائل تھے۔ وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ نبوت ختم ہونے کے باوجود آنحضرت ﷺ کا فیضان جاری وساری ہے اور 'لَانَبِیَّ بَعْدِیْ' کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آنحضورؐ کا متبع نہ ہو اور آپ کی لائی ہوئی دائمی شریعت کے خلاف ہو۔ ہاں ایسا نبی آ سکتا ہے جو آنحضرت ﷺ کا کامل متبع ہو اور لوگوں کو آپؐ ہی کی شریعت پر از سرِ نو عمل پیرا ہونے کی طرف بلائے اور انہیں عمل پیرا کر دکھائے۔ چنانچہ اس بارہ میں آپ کی تصانیف میں مندرج متعدد ارشادات میں سے ایک ارشاد یہاں درج کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِیْ اِنْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلْعَمْ اِنَّمَا هِیَ النُّبُوَّةَ التَّشْرِیْع لَا مَقَامُهَا۔ فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صَلْعَمْ وَلَا یَزِیْدُ فِیْ شَرْعِهٖ حُکْمًا اٰخَرَ وَهٰذَا مَعَ قَوْلِهٖ صَلْعَمْ۔ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰی یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ وَلَا رَسُوْلَ اَیْ لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ اَحَدٍ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ بِشَرْعٍ یَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ فَهٰذَا هُوَالَّذِیْ اِنْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُهٗ لَامَقَامُ النُّبُوَّةِ''۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۷۳)

یعنی وہ نبوت جو آنحضرت ﷺ کے وجود پر ختم ہوئی وہ صرف تشریعی نبوت ہے، نہ کہ مقام نبوت۔ پس آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آ سکتی اور نہ اس میں کوئی حکم بڑھا سکتی ہے۔ اور یہی معنی ہیں آنحضرتؐ کے اس قول کے کہ

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

طاقتور وہی ہے جو اپنے نفس پر غصہ کی حالت میں قابو پائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی خاطر ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر لیا

(آیات قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات و واقعات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت القوی کے مختلف پہلوؤں کا بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ - فرمودہ ۲۸ / مارچ ۲۰۰۳ء مطابق ۲۸ / امان ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

آج کا خطبہ بھی انشاء اللہ قوی عزیز پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ﴾

(سورة التکویر: ۲۰،۲۱)

یقیناً یہ ایک (ایسے) معزز رسول کا قول ہے (جو) قوّت والا ہے۔ صاحبِ عرش کے حضور بہت مرتبہ والا ہے۔

اس کے متعلق مفسرین کی دو آراء ہیں۔ ایک رائے تو یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔

آج بھی انشاء اللہ خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت قوی کا مضمون بیان کیا جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپؐ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں مختلف قسم کے جو بوجھ اٹھائے ہوئے تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفتِ قوی سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ گویا اپنے عملی نمونے سے آپ نے اس صفت کے مضمون کو اس طرح اپنی ذات میں جاری فرمایا کہ اس صفت کے کامل مظہر بن گئے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں قرآن کریم کی سورۂ احزاب سے یہ آیت آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (سورة الاحزاب: ۷۳)

یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جبکہ انسانِ کامل نے اسے اٹھا لیا۔ یقیناً وہ (اپنی ذات پر) بہت ظلم کرنے والا (اور اس ذمہ داری کے عواقب کی) بالکل پرواہ نہ کرنے والا تھا۔

پہاڑوں سے مراد بڑی طاقتیں ہیں۔ کیونکہ پہاڑ تو یہ ذمہ داری نہیں اُٹھا سکتے۔ بڑی بڑی طاقتیں ہیں جو یہ ذمہ داری اٹھاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو جب پہاڑ پہ تجلّی ہوئی تو آپ نے کہا میں تجھے دیکھ سکتا ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم پہاڑ پر تجلّی کریں گے۔ اگر پہاڑ اس کو برداشت کر سکا تو پھر تو مجھے دیکھنا۔ جب پہاڑ پر تجلّی ہوئی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کے گر گیا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس پہاڑ سے زیادہ قوی تھے جو آپ نے اس تجلّی کو اُٹھایا اور اسی لئے آپ کو انسان کامل فرمایا گیا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی گواہی میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ آنحضرتؐ پر پہلی وحی کیسے نازل ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مَا اَنَا بِقَارِیءٍ کہتے ہوئے بہت شدید خوف محسوس کر رہے تھے۔ قاری سے مراد ہے پڑھا لکھا اور یہی کہا کہ میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ مگر فرشتہ نے بڑے زور سے آپ کو بھینچا اور بڑے زور سے فرمایا اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ اللہ کے نام پر پڑھ جس نے پیدا فرمایا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بعینہ یہی عرض کیا: اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ جب یہ وحی نازل ہوئی تو حضور اکرمؐ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے پاس پہنچے اور جا کے عرض کیا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے سخت سردی لگ رہی ہے۔ سردی بھی ایسی جیسے ملیریا بخار سے سردی ہوتی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے آپ پر کپڑا اوڑھا دیا۔ کمبل اوڑھا دیا اور اس کے بعد اپنے ایک کزن ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی کیفیت کو سنا تو اس نے یہ عرض کیا کہ دیکھیں آپ پر ایک وقت آئے گا جبکہ قوم آپ کو نکال دے گی۔ اپنے گھر سے باہر کر دے گی تو اس وقت گھبرانا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہوگا۔ حضرت خدیجہ نے نوفل سے فرمایا کہ قوم اس کو نکال دے گی؟ دیکھو یہ تو گمشدہ اخلاق کو زندہ کرتا ہے، جو عادتیں نیکی کی عربوں سے اُٹھ چکی ہیں ان کو دوبارہ اس نے رائج کر دیا ہے۔ یتیموں کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ غریبوں اور بیواؤں کا مددگار ہے تو اس کو قوم کیوں نکال دے گی۔ ورقہ نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا اور ہوسکتا ہے میں اس وقت زندہ نہ رہوں۔ لیکن اگر میں زندہ ہوں گا میں ان پر ایمان لے آؤں گا۔ (بخاری۔ کتاب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک حلف الفضول بھی فرمایا تھا۔ حلف الفضول کہتے ہیں تین فضلوں کا حلف۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ اقرار کیا تھا کوئی بھی مظلوم ہو میں اس کی ضرور مدد کروں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حلف سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ کہتے ہیں کہ قریش کے قبائل عبداللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے تھے اور سب نے بالاتفاق یہ قسم کھائی تھی کہ ہم مظلوم کی مدد کریں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

اب یہ واقعہ بڑا عجیب ہے، ابوجہل سے ایک شخص کا حق دلوانا:۔ قبیلہ اراش کا ایک شخص جس کا نام اراشہ بھی آیا ہے، اپنے اونٹ لے کر مکّہ آیا انہیں ابوجہل نے خرید لیا اور ان کی قیمت دبا لی۔ وہ اراشی قریش کی مجلس میں آیا جب وہ کعبہ کے پاس مجلس لگائے بیٹھے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک گوشے میں تشریف فرما تھے۔ ان سے عرض کی کہ مجھ پر ابوالحکم بن ہشام نے ظلم کیا ہے اور میرا حق دبا بیٹھا ہے چلئے اور میرا حق دلوایئے کیونکہ میں اجنبی مسافر ہوں۔ اس پر مجلس والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف اشارے کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص کو دیکھ رہے ہو جو وہاں بیٹھا ہے یہ تمہیں تمہارا حق دلوا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ اس دشمنی سے جو ابوجہل کو آنحضورؐ سے تھی خوب باخبر تھے اور محض شرارت سے ایسا کر رہے تھے۔

اراشی آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق دبایا ہوا ہے میں ایک اجنبی مسافر ہوں ان لوگوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ پس آپ میرا حق دلوا دیں۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے کہا کہ چلو۔ اس پر قریش نے بھی اپنا ایک آدمی ساتھ کر دیا کہ دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوجہل کے دروازے پر آئے اور دروازے پر دستک دی اس نے کہا کون ہے۔ آپ نے فرمایا محمدؐ۔ اور فرمایا کہ باہر آؤ۔ وہ باہر آیا اس عالم میں کہ اس کا رنگ فق تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی رقم ادا کرو۔ اس پر ابوجہل نے کہا آپ یہاں ٹھہریں میں ابھی اس کی رقم لا کر اسے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر کے اندر گیا اس شخص کی

مطلوبہ رقم لا کر اسے ادا کر دی۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اراشی کی طرف مڑے اور کہا کہ تمہیں تمہارا حق مل گیا۔ پھر اراشی اس مجلس میں واپس آیا اور کہا کہ اللہ اس شخص کو جزا دے جس نے مجھے میرا حق دلوایا ہے۔

قریش نے اس شخص سے جسے انہوں نے آپ کے پیچھے بھیجا تھا پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس پر اس نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے تو ایک عجیب نظارہ دیکھا ہے۔ ابوجہل آپ کی آواز سن کر کانپنے لگ گیا تھا اور بہت ڈرتا ہوا باہر آیا اور آپ کے فرمانے پر ایک ہی حکم پر اس نے جس کا حق دبایا ہوا تھا اس کی ساری رقم اس کو ادا کر دی۔ اس پر لوگوں نے ابوجہل سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کیا واقعہ ہوا تھا۔ ابوجہل نے کہا دیکھو میں اس سے ڈر گیا ہوں اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ اس کے پیچھے ایک بہت ہی خوفناک اونٹ کھڑا ہے اور وہ قریب تھا کہ مجھ پر حملہ کرے میں سمجھتا تھا کہ میں نے ذرہ بھی چون وچراں کیا تو وہ مجھ پر حملہ آور ہو جائے گا۔ (سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹ مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیہ امام الباب الاخضر سیدنا الحسین ازہر)

ابوجہل کا ایک اور واقعہ یہ ہے۔ ایک مرتبہ ابوجہل نے قریش سے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ محمدؐ ہمارے دین پر عیب لگانے سے باز نہیں آ رہے۔ وہ ہمارے آباء کو گالیاں دیتے ہیں اور ہمارے بزرگوں کو بیوقوف کہتے ہیں۔ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کل میں ایسا پتھر جو مجھ سے اُٹھایا جا سکتا ہو اٹھا کر انتظار کروں گا۔ جب محمد (ﷺ) سجدے میں جائے گا تو اس پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔ تم مجھے اجازت دو یا مجھے روک دو۔ تمہاری اجازت کے بعد بنو عبد مناف جو چاہیں کریں۔ قریش نے کہا ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ تم جو چاہو کر سکتے ہو۔

صبح ہوئی تو ابوجہل پتھر لے کر آنحضور ﷺ کی انتظار میں بیٹھ گیا۔ حضور تشریف لائے، نماز کے لئے کھڑے ہوئے، قریش اپنی مجلس میں بیٹھ گئے کہ دیکھیں کہ ابوجہل کیا کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سجدہ میں گئے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا اور حضور کی طرف گیا۔ مگر جب وہ بالکل قریب ہوا تو اچانک واپس مڑا اس کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ سخت مرعوب تھا اور اس کے ہاتھ پتھر پر گویا خشک ہو گئے۔ اس نے پتھر ایک طرف پھینک دیا۔ قریش کے لوگ اس کی طرف گئے اور اس سے پوچھا۔ ابوالحکم! تجھے کیا ہوا ہے؟ ابوجہل نے کہا میں نے کل تم سے جو بات کی تھی اس کی تکمیل کے لئے جب میں محمد ﷺ کے قریب گیا تو میرے اور ان کے درمیان مجھے ایک مست نر اونٹ نظر آیا۔ خدا کی قسم! میں نے زندگی میں کبھی کسی اونٹ کی ایسی کوہان، ایسی گردن اور ایسی کچلیاں نہیں دیکھیں۔ مجھے خوف ہو گیا کہ وہ مجھے کھا جائے گا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا 'وہ جبریل علیہ السلام تھے۔ کوئی اونٹ نہیں تھا۔ (سیرت ابن ہشام باب ما دار بین رسول اللہ ﷺ و بین رء وساء قریش)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت گجرات کا ہندو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر مسمریزم کرنے کی غرض سے آیا اس کا خیال تھا کہ میں مسمریزم کے زور سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو نچاؤں گا۔ جب لوگ آپ کو ناچتا دیکھیں گے تو اسی وقت ان سے بددل ہو جائیں گے اور سمجھیں گے کہ یہ خدا کا نبی کیسے ہو سکتا ہے جو اس مجلس میں کھڑے ہو کر ناچ رہا ہے۔ اس نے اپنی طرف سے بہت زور لگایا لیکن کچھ دیر کے بعد وہ گھبرا گیا اور اس نے زور لگانا چھوڑ دیا۔ پھر خیال آیا پھر زور لگایا پھر اس نے کچھ دیر کے بعد وہ زور لگانا چھوڑ دیا، پھر خیال آیا پھر زور لگایا پھر اس نے کچھ دیر کے بعد وہ زور لگانا چھوڑ دیا پھر خیال آیا پھر زور لگایا پھر وہ گھبرا کر وہاں سے چیخیں مارتا ہوا بھاگا۔ مسجد مبارک سے نیچے اترا تو لوگ اس کے پیچھے گئے انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تھا۔ اس نے کہا ہونا کیا تھا میں جب زور لگا رہا تھا تو مجھے لگتا تھا آپ کے پیچھے ایک بپھرا ہوا شیر نر تھا اور وہ مجھ پر حملہ آور ہو جائے گا۔ تو میں اس سے ڈر کر پھر واپس آ گیا ہوں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر جو توجہ کا نازیبا اثر ڈالا گیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی توجہ کو ردّ فرما دیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا جوابی مسمریزم نہیں تھا بلکہ ویسا ہی واقعہ ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے اوپر ساحروں نے جادو کیا تھا۔ ان کے مسمریزم کو اللہ تعالیٰ نے ردّ فرمایا تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر ہونے والے مسمریزم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ردّ فرما دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص بعد میں حضور علیہ السلام کا بے حد معتقد ہو گیا تھا اور خط وکتابت بھی کرتا رہا اور کہا کرتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب یقیناً خدا تعالیٰ کے بہت بڑے برگزیدہ ہیں۔ (سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قریش کے سردار کعبہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے لات وعُزّیٰ اور مناۃ و نائلہ اور اساف کی قسمیں کھائیں کہ اگر (آج) ہم نے محمدؐ کو دیکھا تو اسے پکڑ کر اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ اسے قتل نہ کر دیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سن کر آپؐ کے پاس روتی ہوئی آئیں اور کہا کہ قریش کے سرداروں نے آپ کو قتل کرنے کی قسمیں کھائی ہیں اور آپؐ کے قتل میں ان میں سے ہر ایک شخص شریک ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی! مجھے وضو کرنے کے لئے پانی لا دو۔ پھر آپ نے وضو کیا اور بلاخوف وخطر مسجد میں تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے آپ کو آتے دیکھا تو کہنے لگے: یہی ہے وہ اور ساتھ ہی اپنی آنکھیں جھکا لیں یہاں تک کہ ان کی ٹھوڑیاں ان کے سینوں سے جا لگیں اور وہ اپنی جگہ پر گم سم بیٹھے رہے۔ آپؐ نے مٹھی بھر مٹی ان کی طرف پھینکی اور فرمایا: ہلاک ہو گئے یہ لوگ۔ چنانچہ وہ لوگ بدر کے دن کفر کی حالت میں ہی مارے گئے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۰۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جو آپ نے خدا کی خاطر بوجھ اُٹھایا تھا اس کی وجہ سے بہت بوجھ ڈالے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ تم میں سے کون فلاں قبیلے سے اونٹوں کی اوجھڑی لا کر محمد ﷺ کی پیٹھ پر رکھ دے گا جب کہ وہ سجدے میں ہوں۔ ایک بدبخت اٹھا اور اوجھڑی اٹھا لایا اور انتظار کرنے لگا۔ جب حضور سجدے میں گئے تو اس نے وہ اوجھڑی حضور کے کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ میں دیکھ رہا تھا، یعنی راوی کہتا ہے، لیکن مجھ میں اسے روکنے کی طاقت نہیں تھی۔ قریش کے لوگ یہ دیکھ کر ہنسنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا جب تک حضرت فاطمہ نے آ کر وہ اوجھڑی آپ کے کندھوں سے نہ اتار دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سر اٹھایا۔ تین دفعہ فرمایا اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ کہ اے اللہ تو ہی ہے جو قریش سے نپٹ۔ قریش پر یہ بددعا گراں گزری کیونکہ وہ یہ مانتے تھے کہ اس شہر میں جو دعا کی جائے وہ مستجاب ہوتی ہے یعنی قبول کر لی جاتی ہے۔ اس کے بعد حضور نے ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط کے نام لے کر ان سب پر دعا کی۔ راوی کہتا ہے قسم ہے خدا کی کہ میں نے دیکھا ہے کہ یہ سارے کے سارے جنگِ بدر میں مارے گئے تھے۔

(بخاری کتاب الوضوء باب اذا القی علی ظھر المصلی قذر اوجیفۃ لم تفسد صلوتہ)

ابوجہل کے قتل کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہ شخص بہت بدزبانی کیا کرتا تھا، بے حد گالیاں دیا کرتا تھا، دولڑکے تھے ان دونوں نے جنگ میں شمولیت کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت لی تھی۔ ایک لڑکا عمر میں چھوٹا تھا تو وہ ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر اونچا ہو رہا تھا۔ یہ بتانے کے لئے کہ میں اونچا ہوں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس کو اجازت دے دی تو دوسرے نے کہا کہ مجھ سے اس کی کشتی کروا کے دیکھ لیں میں اس کو پچھاڑ دوں گا تو آپ نے دونوں کو اجازت دے دی۔ ان دونوں نے کسی صحابی سے پوچھا کہ چچا ابوجہل کونسا ہے جو ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اس نے اشارہ کیا وہ عقاب کی طرح جھپٹے اور وہیں تلوار سے ابوجہل کی گردن تن سے جدا کر دی۔ پس آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو بھی خبر دی تھی وہ سب سچی ثابت ہوئی۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ ایک دفعہ اپنی ہمشیرہ کے گھر گئے اور وہاں انہوں نے دیکھا کہ ان کی ہمشیرہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہی تھیں سورۃ مریم کی۔ آپ کو اس پر بہت غصہ آیا اور آپ نے چاہا کہ ان کو ماریں، ان کا خاوند رستے میں آ گیا آپ نے اس پہ بھی حملہ کیا اور اسے زخمی کر دیا اس کے بعد حضرت عمر کے دل میں شرمندگی ہوئی۔ انہیں احساس ہوا کہ میں نے ظلم کیا ہے اور کچھ آیات قرآنی کا آپ کے دل پر ایسا اثر تھا کہ آپ کے دل پر رعب طاری ہو گیا۔ یہ وہ آیات ہیں جو حبشہ کے دربار میں نجاشی کے سامنے پڑھ کے سنائی گئیں تھیں۔ اس نے ایک تنکا اٹھا کر کہا تھا کہ میرے نزدیک عیسیٰ کی اہمیت اس سے زیادہ نہیں ہے۔ بہرحال حضرت عمر چل پڑے گئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اب ان کی نیت یہ تھی کہ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کو قبول کرتا ہوں۔ جب آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس وقت حضرت حمزہ نے کواڑ کے بیچ میں سے دیکھ لیا کہ حضرت عمر آ رہے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ آپ بہت شدید ہیں اور بہت سخت ہیں اس لئے آپ نے

پہلے تردد کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ وہ اندر آئے تو حضرت حمزہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں اسی کی تلوار سے اس کو ہلاک کردوں گا۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں ۔اس وقت نعرۂ تکبیر سے سارا ہال گونج اُٹھا اور لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب اسلام غالب آجائے گا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعا کا اثر تھا۔ آپ دعا کیا کرتے تھے کہ ابوجہل اور عمر دونوں میں سے ایک مجھے ضرور عطا فرمادے۔ ابوجہل کی قسمت میں تو ہلاک ہونا تھا۔ تو حضرت عمر کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمادیا۔

(سیرت نبوی لا بن ہشام ۔ زیر عنوان سبب اسلام عمر۔ صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۰)

اچھا اب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بیان کرتا ہوں ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ فرمایا کہ تم لوگ بغیر سحری کھائے مسلسل روزے نہ رکھا کرو یعنی آٹھ پہرے روزے نہ رکھا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ تو ایسے روزے رکھ لیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں رات بسر کرتا ہوں اور میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، کون تم میں ہے جو میری مانند ہو۔ پس تم کو جتنی طاقت ہے اس کے مطابق اعمال بجالایا کرو۔ (بخاری ۔کتاب الصوم۔ باب التنکیل لمن اکثر الوصال)

ایک دوسرے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتا۔ اتنا ہی بوجھ اٹھاؤ جتنا آسانی سے اٹھا سکتے ہو۔ فرمایا: تھوڑا سا دن کو صبح چلا کرو، دوپہر کو تھوڑا سا آرام کرلیا کرو۔ تھوڑا سا شام کو چلا کرو ۔اس طرح جتنی بھی طاقت ہے اتنا سفر کرو اور خدا تعالیٰ کو تم کسی صورت میں بھی تھکا نہیں سکتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مجھے ایک مہینہ بھی بغیر کھائے پیئے مسلسل روزے رکھنے پڑیں تو میں ایسا کرسکتا ہوں یہاں تک کہ میرے مقابل میں سختی کرنے والے سختی چھوڑ جاتے ہیں۔ (مسلم کتاب الصیام نیز مسند احمد بن حنبل جلد۳ صفحہ ۱۹۳ ۔بیروت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی روحانی مشقت اٹھانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’یاد رہے کہ میں نے کشفِ صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اصلاح پاکر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو ماہ تک لیا اور بھوک اور پیاس کا مزہ چکھا اور پھر اس طریق کو عَلَی الدَّوام بجالانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا۔ یہ تو سب کچھ ہوا۔ لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلاء کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔...... عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا۔ اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کے سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی ۔ سو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ دونوں قسم کی سختی سے میرا امتحان کیا گیا‘‘ ۔(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد۱۳ صفحہ۲۰۰ تا ۲۰۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بہت عشق تھا اور آپ کی بے عزتی اور آپ کی گستاخی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ ایک موقعہ پر ایک ظالم نے آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے برداشت کیا لیکن صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید بہت غصے سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ اس پر یہ گتھم گتھا ہوجاتے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو روکا تو انہوں نے بہت ہی پیاری بات کہی کہ آپ تو اپنے آقا کے لئے گالیاں برداشت نہیں کرسکتے تو میں اپنے آقا کے لئے گالیاں کیسے برداشت کروں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو رسول اللہ ﷺ سے بہت ہی عشق تھا اور آپ کے خلاف بدزبانی برداشت نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں، اب اس میں رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ نے جسمانی قوت جو عطا فرمائی تھی اس کا ذکر ہے۔ ایک (وزنی) پتھر اٹھانے کا لوگ مقابلہ کررہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کیا کررہے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا: پتھر اٹھانے کا مقابلہ ہے پتہ چلے کہ کون قوی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو طاقتور تو وہی ہے جو اپنے نفس پر غصہ کی حالت میں قابو پاجائے ورنہ ظاہری طاقت کے اور اس کے کوئی معنے نہیں۔

ایک موقعہ پر چند لوگ کشتی کررہے تھے آپؐ نے فرمایا یہ کیا کررہے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا فلاں شخص بہت پہلوان ہے۔ وہ جب بھی کسی سے کشتی کرتا ہے تو اسے پچھاڑ دیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس سے بھی زیادہ طاقتور وہ شخص ہے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور پھر بھی غصہ پی جائے۔

(مجمع الزوائد۔ باب فیمن یملک نفسہ ثم الغضب)

اب آنحضرت ﷺ کا ایک کشتی کا بڑا دلچسپ واقعہ ہے ۔ حضرت محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید قریش کا سب سے زیادہ قوی اور مضبوط شخص مانا جاتا تھا۔ ایک دن اس کا رسول اللہ ﷺ سے مکہ کی ایک گھاٹی میں سامنا ہوا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا رکانہ! خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور میری دعوت قبول کرلو۔ اس نے کہا اگر مَیں آپ کی باتوں کو سچ جانتا تو یقیناً آپؐ پر ایمان لے آتا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر مَیں تمہیں پچھاڑ دوں تو کیا تم میری باتوں کو سچ مان لوگے؟ اس نے کہا مجھے تو آج تک کسی نے نہیں پچھاڑا۔ آپؐ نے فرمایا آؤ پھر کشتی لڑلو۔ آپؐ نے اسے پکڑا اور پچھاڑ دیا یہاں تک کہ وہ آپؐ کے سامنے بالکل بے بس ہوگیا۔ پھر اٹھا اور دوبارہ عرض کیا محمدؐ مجھ سے دوبارہ کشتی لڑو۔ آپ نے دوسری بار پھر اسے پچھاڑ دیا۔ اس پر اس نے کہا: محمد! بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ مَیں قریش کا سب سے زیادہ طاقتور انسان ہوں مجھے آج تک کسی نے نہیں پچھاڑا۔ اس کے بعد جب رکانہ اپنی قوم کے پاس گیا تو اس نے کہا: اے بنی عبد مناف! اپنے ساتھی کی مدد سے ساری دنیا پر جادو کرو (اور غالب آجاؤ) کیونکہ خدا کی قسم! مَیں نے اس سے بڑا جادوگر نہیں دیکھا اور پھر اس نے ساری روئداد سنائی۔

(دلائل النبوۃ للاصبهانی۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۱۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک سکھ سے کشتی کا واقعہ یہ ہے کہ:۔

ایک دفعہ آپ سیر پر جارہے تھے تو رستہ میں آپ کو ایک سکھ ملا، لنگوٹی باندھے ہوئے وہ گھاس پھونس کھود رہا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا راستہ روک کر بولا ۔’مرزا تینوں پتہ اے کہ توُں اور میں کُلدے ہوندے ساں ۔ کدے توں مینوں ڈھالیندا سیں کیدی میں، حضور بڑی توجہ سے اس کی باتیں سنتے رہے اور جواب دیتے رہے کہ ہاں سردار جی سچ اے ۔ جب تک اس نے خود راستہ نہیں چھوڑا حضور وہیں کھڑے رہے۔ بڑے پیار اور محبت سے اس کی باتوں کا جواب دیتے رہے۔(رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱ روایت مکرم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب میڈیکل پریکٹیشنر قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ)

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تیز دوڑ کا مقابلہ بھی کیا تھا۔ کہتے ہیں ایک شخص تھا بلاّ سنگھ اس کا یہ دعویٰ تھا کہ اس سے زیادہ کوئی تیز نہیں دوڑ سکتا۔ کوئی دوڑے مجھ سے آگے تو میں پھر دیکھوں گا۔ اس پر شیخ الہ داد صاحب منصف مقرر ہوئے اور یہ طے پایا کہ اس پل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر کے حدّ فاصل پر ہے ننگے پاؤں دوڑو۔ جوتیاں ایک آدمی نے اٹھالیں اور پہلے ایک شخص اس پل پر بھیج دیا گیا کہ وہ شہادت دے کون سبقت لے گیا۔ مرزا صاحب اور بلاّ سنگھ ایک ہی وقت میں دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے پیچھے دوڑتے رہے۔ جب پل پر پہنچے تو ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب سبقت لے گئے اور بلاّ سنگھ پیچھے رہ گیا۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲ روایت نمبر ۲۸۰)

سنان بن ابی سنان الدُّؤَلِیْ روایت کرتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نجد کے علاقہ کی طرف غزوہ کے لئے گئے تھے، پھر جب رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سفر اختیار کیا۔ پھر ایک بہت کانٹے دار درختوں والی وادی میں انہیں قیلولہ کا وقت ہوگیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں پڑاؤ کیا۔ باقی روایت زبانی میں عرض کردیتا ہوں ۔ کہ آنحضرت ﷺ آرام فرمارہے تھے کہ ایک بدوی وہاں آگیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تلوار اٹھالی اور بڑے زور سے کہا کہ بتا تجھے میرے ہاتھ سے کون

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بچا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لیٹے رہے آرام سے اور تین دفعہ فرمایا اللہ مجھے بچا سکتا ہے، اللہ مجھے بچا سکتا ہے، اللہ مجھے بچا سکتا ہے۔ اس بات کو سن کر رعب سے اس کا ہاتھ کانپ گیا اور ہاتھ سے تلوار جا پڑی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب بتا تجھے میری تلوار سے کون بچا سکتا ہے۔ اس نے کہا آپ مائی باپ ہیں آپ مجھے معاف کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب بھی تمہیں سن کر یہ عقل نہیں آئی تمہیں کہنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ بچا سکتا ہے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب علق سیفہ بالشجر فی السفر عند القائلۃ)

مولوی کرم دین بھیں والے مقدمہ کا واقعہ ہے کہ حضورؑ کو جب یہ اطلاع ملی کہ ہندو مجسٹریٹ کی نیت ٹھیک نہیں تو حضور جو ناسازیٔ طبع کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا ''وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے!''

ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ تھانیدار جس نے یہ کہا تھا کہ میں آپ کو پکڑوں گا اور آپ کو ہتھکڑی پہناؤں گا اس پر اس کے ہاتھوں کو بیماری ہوئی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر سے آپ کے صحابہ میں بھی غیر معمولی طاقت پیدا ہو گئی تھی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ تو اس وقت آنحضورؐ ایک پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے خاندان کو دعوت اسلام دی۔ ان کے انکار کے کچھ عرصہ بعد دوبارہ ان کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے ایک دعوت کا اہتمام فرمایا۔ اس دعوت میں کل خاندان شریک تھا جن کی تعداد چالیس تھی، حضرت حمزہؓ، عباسؓ، ابولہب اور ابوطالب بھی شرکاء میں شامل تھے۔ لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: یا بنی عبد المطلب! خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ بولو! تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون ہوگا۔ اس کے جواب میں سب چپ رہے، صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز بلند ہوئی کہ گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا بھی عارضہ ہے، میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم میں آپ کا یاور اور دست و بازو بنوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور پھر لوگوں سے خطاب فرمایا لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت علیؓ پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر رسول اللہ ﷺ سے وہی عرض کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔ (مسند احمد اور طبری)

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک بہت بڑا لشکر تم پر حملہ آور ہے تو تم اسے قبول کر لو گے؟ تو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم قبول کر لیں گے کیونکہ ہم نے آپ کو امین اور صدوق پایا ہے۔ آپ امانتدار ہیں اور بہت سچ بولتے ہیں۔ تو لشکر تو آتا ہوا نظر آ سکتا تھا، لوگوں کو پتہ لگ جاتا مگر اس کے باوجود انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بات کو قبول کر لیا۔ لیکن جب آپ نے دعویٰ کیا تو اس کا ردّ کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے غصے پر بہت قابو تھا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بہادر وہ ہے جو اپنے غصے پر قابو پالے۔ ایک دفعہ ایک بڑے مضبوط پہلوان سے آپ کا جنگ میں مقابلہ ہوا۔ آپ نے اس کو پچھاڑ لیا۔ اب قریب تھا کہ اسے ذبح کر دیتے، اسے قتل کر دیتے۔ اس نے اس وقت آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے حیرت سے کہا کہ آپ مجھے چھوڑ کر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں بڑی مشکل سے آپ نے مجھ پر قابو پایا تھا۔ آپ نے کہا کہ پہلے میں خدا کی خاطر تجھ سے لڑ رہا تھا اب میرا نفس شامل ہو گیا ہے۔ مجھے غصہ آ گیا تھا تمہارے تھوکنے پر اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اس پر وہ شخص اتنا متأثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

(عشرہ مبشرہ مولفہ بشیر ساجد۔ البدر پبلی کیشنز لاہور۔ صفحہ ۶۷ اشاعت ششم ۲۰۰۰ء)

اس آیت میں امانت سے مراد قرآن کریم سمجھتا ہوں میں جس کے متعلق فرمایا اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ اللہ کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ قرآن کی تجلّی وہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ تو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا مگر وہ قرآنی تجلّی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ نے اس امانت کا بوجھ اٹھا لیا اور اسے قبول فرما لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''آیت ﴿وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾ بھی دلالت کر رہی ہے کہ خدا کا حقیقی مطیع انسان ہی ہے جو اپنی اطاعت کو محبت اور عشق تک پہنچاتا ہے اور خدا کی بادشاہت کو ہزار ہا بلاؤں کو سر پر لے کر زمین پر ثابت کرتا ہے''۔ (کشتیٔ نوح صفحہ ۳۷۔ حاشیہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

''اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یعنی انسان میں ظلومیت اور جہولیت کی صفت تھی، اس لئے اُس نے اس امانت کو اٹھا لیا جس کو وہی شخص اٹھا سکتا ہے جس میں اپنے نفس کی مخالفت اور اپنے نفس پر سختی کرنے کی صفت ہو''۔ (آئنیہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۴۲)

ظلم جو ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک ہے دوسروں پر ظلم، ایک ہے اپنے نفس پر ظلم اور نفس کی کسی بات کو نہ مانے۔ اور جہول سے مراد عواقب سے بے خبر ہو کر خطرناک حملہ کرنے والا بھی ہے اور جہول سے مراد یہ بھی ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ اپنا ہے وہ وقف کر دے اور اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے عواقب میں مجھے کیا مشکلات درپیش ہوں گی۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ بہت سے بزرگ اولیاء کے حوالے دیتے ہیں جن سب نے جہول اور ظلوم کے وہی معنے کئے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئے ہیں۔ ان میں تفسیر حسینی کا ذکر ہے، خواجہ محمد پارسا کی تفسیر سے یہ نقل کیا گیا اور سب نے وہی معنے لئے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے تھے۔ ابن جریر نے بھی لکھا ہے کہ ظلوم اور جہول کا لفظ محل مدح میں ہے یعنی تعریف کے لئے بیان ہوا ہے، مذمّت کے لئے بیان نہیں ہوا۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۷ تا ۱۶۹)

اب میں ۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کا ذکر کرتا ہوں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اَنْتَ الشَّيْخُ الْمَسِيْحُ الَّذِیْ لَا يُضَاعُ وَقْتُهٗ كَمِثْلِكَ دُرٌّ لَّا يُضَاعُ۔ یعنی خدا کی سب حمد ہے جس نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا۔ تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جاتا۔

(تذکرہ صفحہ ۳۸۹، ۳۹۰۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

چنانچہ آپ کو بیسیوں آدمیوں کے کام اکیلے کرنے کی قوت عطا فرمائی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلمی جہاد کا مختصر جائزہ یہ ہے کہ اٹھائیس سال (۱۸۸۰ء۔۱۹۰۸ء) باوجود مستقل بیماریوں کے اپنی روزمرہ کی مصروفیات میں آپ نے مہمانوں کی بھی خدمت کی، مجالس میں بیٹھے، سوال و جواب میں حصہ لیا اور کتب جو شائع کی ہیں بہت سی، وہ پندرہ ہزار صفحات سے بڑھ کر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں۔ اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اس میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے''۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۵۱۰ مطبوعہ ربوہ)

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ لکھتے ہیں کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ قصیدہ اعجاز احمدی آپ لکھ رہے تھے اور اس کی کاپی غلام محمد کاتب کو لکھوا رہے تھے۔ آپ نے کہا کاپی لکھو اور لکھ کے یہیں سے اس کی تصحیح کراتے جاؤ۔ وہ کاپی وہیں لکھتا رہا اور اس کی تصحیح کرواتا رہا یہانتک کہ شام کھانے کا وقت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تم یہیں ٹھہرو اور کھانا کھا لو۔ ہمیں اسلام کی خوبیوں سے متعلق منجانب اللہ بہت سے دلائل اور ثبوت نبوت محمد ﷺ عطا ہوئے ہیں۔ ان کا اتنا غلبہ ہے کہ ہمیں نہ کھنا اچھا لگتا ہے نہ پانی نہ نیند۔ جب بھوک اور نیند کا سخت غلبہ ہوتا ہے تو ہم کھاتے ہیں یا سوتے ہیں۔ پھر میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھایا۔ جب کھانا کھا چکے تو فرمایا۔ یہ دن بڑے ثواب اور جہاد کے ہیں۔ (تذکرۃ المہدی مولفہ پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ حصہ اول صفحہ ۱۶، ۱۷)

ملفوظات کی ایک روایت ہے مغرب کے وقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کتاب زیر طبع کے متعلق فرما رہے تھے کہ یہ معجزہ کی طرح پھرے گی اور دلوں میں داخل ہوگی۔ اوّل و آخر کے سب مسائل اس میں آ گئے ہیں۔ خدا کی قدرت ہے۔ دیر کا باعث ایک یہ ہو جاتا ہے کہ لغات جو دل میں آتے ہیں پھر ان کو کتب لغت میں دیکھنا پڑتا ہے۔ میرا دل اس وقت گواہی دیتا ہے کہ اندر فرشتہ بول رہا ہے۔ جب مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہوں گے تو ان کا بھی ایسا ہی حال ہوگا۔

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۶۹۰۔ جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آتا ہے رات تین بجے تک آپ لکھتے رہے۔ ''رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے۔ مولوی عبد الکریم صاحب کی طبیعت علیل تھی وہ بھی جاگتے رہے۔ وہ اس وقت تشریف نہیں لا سکیں گے۔ یہ بھی ایک جہاد ہی تھا۔

رات کو انسان کو جاگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے مگر کیا خوش وہ وقت ہے جو خدا کے کام میں گزارے۔ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ وہ جب مرنے لگے تو روتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا موت کے خوف سے روتے ہو۔ تو کہا موت کا کوئی خوف نہیں مگر یہ افسوس ہے کہ یہ وقت جہاد کا نہیں ہے۔ جب جہاد کیا کرتا تھا اگر اس وقت یہ موقع ہوتا تو کیا خوب تھا۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۹۱۔ مطبوعہ ربوہ)

حضرت خالد بن ولید کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت خالد بن ولید بستر مرگ پر لیٹے رو رہے تھے تو کسی نے عرض کیا کہ آپ تو خدا کے شیر ہیں۔ خدا کی خاطر ننگی تلوار ہیں آپ کو اس وقت رونا کیوں آ رہا ہے۔ فرمایا اس وجہ سے رونا نہیں آ رہا کہ میں مرنے والا ہوں۔ میرے جسم سے کپڑا اُٹھا کر دیکھو کوئی جگہ نظر نہیں آئے گی جہاں تلواروں کے نشان نہ ہوں۔ میں تو رو اس لئے رہا ہوں کہ کیوں نہ میں خدا کی خاطر لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ پس مجھے غم ہے تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر لڑتے لڑتے میں کیوں شہید نہ ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی عادت تھی کہ اکثر ٹہل کر لکھا کرتے تھے ایک طرف دوات رکھی ہوئی تھی اور دوسری طرف بھی دوات رکھی ہوئی تھی اور چلتے چلتے آپ کبھی اس طرف کچھ لکھتے جاتے تھے پھر دوسری طرف جا کے وہاں سے آگے کچھ لکھ لیتے تھے۔ تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے کہا میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ مجھے عادت ہے چلتے چلتے یہ کام کرنے کی اور اسی طرح میرا کام بھی چلتا پھرتا ہے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ ۷۲،۷۳)

بچپن میں آپ نے تیرنا بھی سیکھا ہوا تھا کبھی قادیان کے کچے تالابوں میں جن کو ہم ڈھاب کہا کرتے تھے تیرا کرتے تھے۔ اسی طرح اوائل عمر میں گھوڑے کی سواری بھی سیکھی تھی اس فن میں اچھے ماہر تھے، کبھی غلیل سے شکار بھی کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی زیادہ ورزش پیدل چلنا تھا جو آخری عمر تک قائم رہی۔ آپ کئی کئی میل تک سیر پہ جایا کرتے تھے اور خوب تیز چلا کرتے تھے۔ صحت کی درستی کے خیال سے کبھی کبھی موگریوں کی ورزش بھی کیا کرتے تھے یعنی موگدر چلایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ آخری عمر میں آپ کو موگریاں پھیرتے دیکھا ہے مگر یہ ساری باتیں صحت کی درستی کی غرض سے تھیں ورنہ آپ نے کبھی بھی ان باتوں میں ایسے رنگ میں حصہ نہیں لیا جس سے انہماک کی صورت نظر آئے یا وقت ضائع ہو۔ بلکہ ایام طفولیت میں بھی آپ کی طبیعت دینی امور کی طرف بہت راغب تھی۔ چنانچہ بعض روایات سے پتہ لگتا ہے کہ آپ اپنے کھیل کود کے زمانہ میں بھی اپنے ساتھ کے بچوں سے کہا کرتے تھے کہ دعا کرو کہ خدا مجھے نماز کا شوق نصیب کرے اور دوسرے بچوں کو بھی یہ نیک نصیت کیا کرتے تھے۔

(سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ ۱۰)

حضرت منشی اروڑے خانصاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گورداسپور میں کوئی کام تھا۔ حضرت منشی اروڑے خانصاحب کو بھی گورداسپور جانا تھا۔ آپ سفر پر روانہ ہوا اور مصافحہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ تم ذرہ ٹھہرو۔ میں نے عرض کیا حضورؑ مجھے بٹالہ میں اپنی لڑکی سے ملنے جانا ہے آپ نے فرمایا جاؤ لڑکی سے ملو اور پھر مجھے آ کے مل لینا۔ منشی اروڑے خان بیان کرتے ہیں کہ میں گیا اور لڑکی سے ملا اور لڑکی سے مل کر جب واپس مڑا ہوں تو دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اکیلے تشریف لا رہے تھے۔ ہاتھ میں عصا پکڑا ہوا تھا اور کوئی تھکاوٹ کے آثار آپ پر نہیں تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تم یکّے پر سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا حضورؑ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ تو پیدل چل رہے ہوں اور میں یکّے پر سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ کہ حکم جو ہے ادب سے اوپر ہوتا ہے۔ اس پر وہ سوار ہو گئے۔ ایسا اخلاق کا نمونہ کس نے کب دیکھا ہوگا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے نفس پر جو قابو تھا اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک آریہ جاہل آپ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ آپ جاہل ہیں اور دو ہی دنیا میں قومیں جاہل ہیں ایک مسلمان جاہل ہیں اور دوسرے سکھ جاہل ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے نرمی سے اس کی بات سن لی اور وہ منہ پہ گالیاں دیتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس کی ساری باتیں صبر سے سنتے رہے اور ایک بات کا بھی سختی سے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا دیکھا مسلمانوں کے اخلاق تو یہ ہیں ان کا اور آریوں کا مقابلہ کیا جائے تو بکری اور بھیڑیئے کا معاملہ نظر آئے گا۔ جو عوام ہمارے زیر اثر نہیں ہیں ہم ان کا ذمہ نہیں لیتے۔ گالی اور جوش دلانے والے الفاظ سن کر صبر کرنا مردوں کا کام ہوتا ہے اگر کوئی ایسا کر کے دکھاوے تو ہم جانیں۔ نرمی ہی مشکل ہے سختی تو ہر ایک شخص کر سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۱۶،۱۱۷ جدید ایڈیشن)

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

بقیہ: علّامہ اقبال کے ''زرخیز'' دماغ کی فلسفیانہ اُپج......از صفحہ نمبر ۴

رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی اور لَارَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت آئے اور میرے بعد کوئی رسول نہیں یعنی میرے بعد دنیا میں خلق خدا میں سے کسی کی طرف کوئی ایسا رسول نہیں آسکتا جو شریعت لے کر آوے اور لوگوں کو اپنی شریعت کی طرف بلانے والا ہو۔ پس یہ وہ قسم نبوت ہے جو بند ہوئی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا ورنہ مقام نبوت بند نہیں۔

ختم نبوت کی یہ تشریح علامہ اقبال کے مغربی فلسفیوں سے مستعار لئے ہوئے فلسفہ سے متصادم تھی۔ علامہ نے تو خود آنحضرت ﷺ کی نبوت کو بھی ختم کر کے انسانوں کو Leading Strings سے آزاد کرا کے انہیں اپنے شعور ذات کی تکمیل کے لئے خود اپنے وسائل سے کام لینے کی ترغیب دلائی تھی۔ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے انہیں شریعت محمدی اور آنحضرت ﷺ کی پیروی کا پابند بنا کر علامہ کے فلسفہ کی بنیاد ہی ختم کر دی، وہ ان پر زندقہ کا الزام کیوں نہ لگاتے۔

خاتمیت سے مبرّا فلسفیانہ فکر

ختم نبوت کی ایسی تشریح کرنے کے بعد جس سے بقول مولانا مودودی ''قادیانیت اور اسلام دونوں کی جڑ کٹ جاتی ہے''، علامہ اقبال نے کمال کا آئینہ دار ایک نظریہ اور پیش کیا۔ ختم نبوت کی نرالی تشریح پیش کر کے انہوں نے انسانی شعور ذات کی تکمیل کے لئے اسے Leading Strings سے آزاد کر دیا تاکہ وہ فلسفیانہ فکر کی بدولت شعور ذات کی تکمیلِ غیر مختتم کی راہ پر چلے نکلے اور اس راہ میں کوئی مقام ایسا نہ آئے کہ جب تکمیل شعور ذات کے عمل میں کوئی روک واقع ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے جب "Reconstruction of Religious Thought in Islam" کے نام سے اپنے شہرہ آفاق چھ انگریزی لیکچرز ۱۹۳۰ء میں چھپوائے تو اس کتاب کا دیباچہ بھی انہوں نے خود تحریر فرمایا اور اس میں اس امر کا بطور خاص ذکر کیا کہ ختم نبوت کے برخلاف ''فلسفیانہ فکر'' خاتمیت کی قید سے آزاد ہے۔ اس کے ختم ہونے کا کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"It must, however, be remembered that there is no such thing as finality in philosophical thinking."

(Six Lectures preface p11)

ترجمہ: یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فلسفیانہ فکر کی راہ میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جسے خاتمیت سے تعبیر کیا جا سکے۔

گویا یہ ایک مسلسل بہنے اور آگے سے آگے بڑھنے والا دریا ہے اس کے رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آسمانی ہدایت کی راہیں بند ہو سکتی ہیں، نہیں بند ہوتیں تو فلسفیانہ گمراہی کی راہیں کبھی بند نہیں ہوتیں اور یہی وہ راہیں ہیں جنہیں پروفیسر محمد عثمان (مرحوم) نے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں:۔

''حریت ذہنی اور آزادیٔ فکر کا منبع و سرچشمہ قرار دیا ہے۔ اور مزید لکھا ہے کہ تصور خاتمیت انسان کی آزادیٔ فکر کا وہ منشور ہے جو انسان کو دوسروں کے خارجی احوال ہی سے نہیں ان کے باطنی واردات سے بھی آزاد کرتا ہے۔ ختم نبوت ہر قسم کے ذہنی و روحانی استحصال کے خلاف ایک مضبوط حصار ہے''۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

ربوہ اور پاکستان کے کسی بھی شہر میں رقم کی فوری ادائیگی کے لئے
ہم آپ کو بہترین نرخ اور اچھی خدمت کی ضمانت دیتے ہیں۔
NEXUS MONEY EXCHANGE
363- HIGH ROAD ILFOAD LONDON, IG1 1TF
Tel: 020 8478 2622 Fax:020 8553 5917
Contact: *AFTAB CHOUDHURY*

TOWNHEAD PHARMACY
FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS NEEDS
☆......☆......☆
31 Townhead Kirkintilloch
Glasgow G66 1NG
Tel: 0141-211-8257
Fax: 0141-211-8258

اردو کلاس میں

تدریس نماز

(چھٹی و آخری قسط)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اردو کلاس میں آسان زبان میں نماز کے معانی اور مطالب سمجھاتے ہوئے فرمایا:

سجدہ

ارکان نماز: ہر حرکت جو ہم کرتے ہیں وہ ایک رکن بن جاتا ہے۔ نماز کے سب رکن اس کے ارکان کہلاتے ہیں۔ تو میں آپ کو نماز کے ارکان سمجھا رہا تھا۔ ہر رکن میں جو دعائیں پڑھتے ہیں وہ اس رکن سے مطابقت رکھتی ہے، اس جیسی ہوتی ہے۔

میں نے بتایا تھا کہ سجدہ میں 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' کہتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' میں آپ کو کیا پیغام ملتا ہے؟ اس سے پہلے سورۃ فاتحہ نے آپ سے رَبّ کا تعارف کروایا تھا کہ رَبّ کیا ہے؟ تو اس وقت 'آپ کا رَبّ' تو نہیں کہا تھا۔ سورۃ فاتحہ نے ﴿رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ یعنی تمام جہانوں کا ربّ کہا تھا۔ جب آپ اس ربّ کو یاد کریں گے، اس سے مدد مانگیں گے تو وہ آپ کا ہو جائے گا۔ تو یہ پہلا پیغام ہے رَبِّیَ الْاَعْلٰی میں کہ میرا ربّ بہت بلند ہے۔

بہت زبردست دعویٰ ہے۔ سبحان اللہ! 'میرا ربّ' دیکھو! میرا ربّ! میں دوبارہ عہد بھی ہے کہ جو بھی مجھے رزق عطا کرنے والا ہے، مجھے طاقتیں دینے والا ہے۔ وہ اب یہی ہے ربّ، اور کوئی نہیں ہے۔ سب ربّ مٹ گئے۔ میرا ربّ تو وہ ہے جو اعلیٰ ہے۔ سب سے اونچا ہے تو پھر اور کیا چاہئے؟۔

''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' میں ''سُبْحَانَ'' نے ایک اور پیغام بھی دیا ہے کہ وہ برائیوں سے پاک ہے۔ کوئی شخص مرتبے میں اونچا بھی ہو سکتا ہے پھر بھی اس پر داغ لگ سکتے ہیں۔ لیکن یہ وہ ربّ ہے میرا جو ہر برائی سے پاک ہے۔ '' یہ میرا ربّ ہو گیا ہے'' اور '' سب سے اعلیٰ'' کا کیا مطلب ہے؟ آپ کا ربّ کیسے ہو گیا، اگر آپ برائی سے پاک نہ ہوں۔ اگر آپ اپنے اخلاق میں، اپنے مزاج میں اعلیٰ نہ ہوں تو وہ آپ کا ربّ نہیں رہے گا۔ اس لئے ہر دفعہ جب ہم 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' پڑھتے ہیں تو پیغام ملتا ہے کہ میں بھی ایسا ہی بنوں جیسا میرا ربّ ہے۔ میں بھی پاک بنوں جیسا میرا رب پاک ہے۔ میں بھی اعلیٰ بنوں کیونکہ میرا ربّ اعلیٰ ہے۔

مگر خدا نے اعلیٰ بننے کا طریق کیا سکھایا ہے؟ سجدہ میں سب سے نچلی حالت میں آپ گر گئے۔ اس سے آگے کھود کر جگہ بنانی پڑتی ہے۔ سجدہ سے نیچے تو آپ کچھ نہیں کر سکتے، سوائے اس کے کہ مٹی کھود کر اور نیچے چلے جائیں۔ مٹی کھودنے کی ضرورت نہیں، زمین پر جہاں آپ کا ماتھا ٹک گیا اتنا ہی کافی ہے۔ یہ ہے پیغام 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' کا جسے تین دفعہ پڑھتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ یہ باتیں سوچتے سوچتے اتنا لمبا سجدہ کرتے ہیں کہ پچھلوں کی ہوش اڑ جاتی ہے۔

مختلف باتیں سوچنا کہ 'سُبْحَانَ' ہے، کن کن معنوں میں پاک ہے؟ میں کیوں اس کی طرف منسوب ہونے کے قابل نہیں۔ بعض بچے یہ کہتے ہیں: ہمارا باپ بہت بڑا ہے۔ مگر ہمیں اس کی طرف منسوب ہوتے شرم آتی ہے۔ کیونکہ وہ اونچا ہے اور ہم چھوٹے۔ اب 'سُبْحَانَ رَبِّیَ' کہہ دیا کہ میرا رب تو بہت پاک ہے۔ اس پر تو کوئی داغ نہیں۔ پھر آدمی سوچنے لگے گر مجھ پر یہ بھی داغ ہے، وہ بھی داغ ہے۔ یہاں سے میں گندا ہوں، وہاں سے بھی گندا۔ تو کتنا لمبا مضمون چل پڑے گا۔ ابھی 'سُبْحَانَ' پر ہی کھڑے ہونگے کہ آگے کے دل کی باتیں شروع ہو جائیں گی کہ میں کیوں 'سُبْحَانَ' (پاک) نہیں ہوں؟ کن باتوں میں مجھے بہتر ہونا چاہئے۔

پھر جب 'رَبِّیَ' کہیں گے تو 'رَبِّیَ' دُعا بن جائے گی۔ اُسی سے میں نے مدد مانگی ہے، اُس کی طرف جھکنا ہے، وہ تربیت کے لحاظ سے ربّ ہے، میری تربیت کرنے والا ہے۔ 'رَبِّیَ' جو کہا ہے تو امید بن گئی۔ وہ صرف ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ایک مدد کرنے والی ہستی کی طرف ایک پکار بن گئی ہے۔ 'سُبْحَانَ رَبِّیَ' میرا ربّ تو ہر داغ سے، ہر برائی سے پاک ہے، لیکن شکر ہے میرا رب ہے، مجھے ٹھیک کرنے والا ہے۔

پھر رَبّ کن معنوں میں ہے؟ کس طرح روحانی طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو سوچنے کے موقعے دیے اور نماز نے آپ کو کیا سے کیا بنا دیا؟ یہ سب 'رَبِّیَ' کی باتیں ہیں، میرے رب نے مجھے بنایا۔ اور اس کے بعد آخر پر 'اَعْلٰی' کا مضمون ہے، سب سے اونچا ہے۔ لیکن انسان سب سے اونچا کیسے ہو سکتا ہے۔ خود تو نہیں ہو سکتا۔ سب سے اونچا جو خدا ہے اگر اس کے سامنے اپنا سر زمین پر لگا دیں تو اللہ آپ کو اونچا بنائے گا۔ اور یہ کہہ کر کہ میرا ربّ وہ ہے جو سب سے اونچا ہے امید بندھ گئی کہ وہ مجھے بھی تو اونچا کرے گا۔ ایسی اور اسی طرح کی بہت سی اور باتیں سوچی جا سکتی ہیں۔

اگر آپ سوچیں تو سجدہ کتنا لمبا ہو سکتا ہے۔ ایک ہی دفعہ پڑھیں 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' تو بعض لوگوں کو سجدہ میں نیند بھی آ جاتی ہے۔ قادیان میں ایک بزرگ صحابی ہوتے تھے جن کا نام حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ تھا۔ بہت چوٹی کے عالم تھے، بہت بزرگ آدمی تھے۔ کبھی حضرت مصلح موعودؓ، میرے والد مرحوم بیمار ہوتے تو کہہ دیتے کہ مولوی سرور شاہ صاحب نماز پڑھائیں گے۔ جب وہ نماز پڑھاتے تھے خصوصاً صبح، سجدہ میں اتنی دیر لگا دیتے تھے تو ہم بچپن میں کوئی اس طرف گرا ہوا ہے، کوئی اُس طرف گرا ہوا ہے سو سو کے گرتے جاتے تھے اور سجدہ ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ کسی نے مولوی صاحب سے شکایت کی کہ مولوی صاحب کتنی دفعہ 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' پڑھتے ہیں؟ سنت تو یہ ہے کہ تین دفعہ 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' کہتے ہیں۔ آپ تین سو دفعہ پڑھتے ہیں کہ سجدہ ختم ہی نہیں ہوتا۔ وہ کہتے خدا کی قسم تین دفعہ سے زیادہ نہیں پڑھتا، صرف تین دفعہ پڑھتا ہوں۔ اس سے اندازہ کریں کہ حضرت مولوی صاحب کا مقام کیا تھا۔ سوچ سوچ کے پڑھتے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ جب کوئی امام ہو تو پچھلوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ مولوی صاحب کو یہ بات بھول جاتی تھی کہ پیچھے بھی کوئی نماز پڑھنے والا ہے۔

قادیان میں ایک دوست ہوا کرتے تھے جو مذاق کرنے میں مشہور تھے۔ ان کی ایک بیماری تھی کہ وہ مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جایا کرتے تھے لیکن اپنے مذاق کی وجہ سے دور دور تک بہت شہرت رکھتے تھے۔ اُن کا نام تھا مرزا ارشد بیگ۔ کسی نے ان کو کہا کہ آپ اتنے اچھے آدمی ہیں، اتنے نیک ہیں اور اتنے لوگوں کی خدمت کرنے والے ہیں، غریبوں پر احسان کرنے والے، مسجد میں نماز کے لئے کیوں نہیں جاتے؟ تو ان بیچاروں نے ارادہ کر لیا کہ اب تو میں جاؤں گا۔ صبح کی نماز پر گئے، حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ جو سجدے میں گئے اٹھنے کا نام ہی نہ لیا۔ انہوں نے کہا السلام علیکم، میں جاتا ہوں اور دوڑے دوڑے نیچے اترے۔ ان کی مذاق کی جو عادت تھی انہوں نے کہا کہ حکومت تبدیل ہو گئی ہے۔ رستہ چلتے چلتے کسی نے پوچھا کیا؟ حکومت کیسے تبدیل ہو گئی؟ انہوں نے جواباً کہا پہلے مغلوں (حضرت مصلح موعودؓ) کی حکومت تھی، جہاں مغل حکومت کیا کرتے تھے وہاں سیدوں نے کولہو لگا یا ہوا ہے۔ (جو مشین بیج کر تیل نکالتی ہے کولہو کہلاتی ہے)۔ یعنی مولوی صاحب تو نماز پڑھنے والوں کا تیل نکال دیتے ہیں۔ تو ان باتوں کے ساتھ پرانے زمانوں کے لطیفے بھی مجھے یاد آ جاتے ہیں۔ تو سجدہ میں تین دفعہ 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' پڑھتے ہیں۔ جب اکیلے نماز پڑھیں تو جتنے چاہیں لمبے سجدے کر لیں، جب کسی کو پڑھائیں تو کولہو نہ لگائیں۔ یہ ضروری پیغام ہے آپ کے لئے۔

(اردو کلاس نمبر ۳۲۱۔ منعقدہ ۱۲/نومبر ۱۹۹۷ء)

☆☆......☆☆......☆☆

دو سجدوں کے درمیان کی دعا

اس میں 'وَارْفَعْنِیْ' کو پہلے اور 'وَاجْبُرْنِیْ'، 'وَارْزُقْنِیْ' کو آخر پر رکھا ہے حالانکہ بعد میں 'وَارْزُقْنِیْ' کا اتنا تعلق نہیں جتنا 'وَارْفَعْنِیْ' کا تعلق ہے۔ مگر ہماری کتابیں یہی دیتی ہیں۔ پہلے مجھے خیال آیا کہ یہ دعا کی ترتیب درست نہیں لگ رہی اس لئے تحقیق کرنی چاہئے۔ یہ بڑا دلچسپ خیال تھا۔ اس لئے کہ میرا خیال تھا کہ 'وَارْفَعْنِیْ' آخر پر ہونا چاہئے تھا، اور پہلے نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے میں نے تحقیق کروائی اور ربوہ کو اس کام پر لگوایا کہ کن کن حدیثوں میں اس دعا کا ذکر ہے۔ عجیب بات یہ نکلی کہ ہماری کتابوں میں جو دعا ہے وہ کسی حدیث میں بھی نہیں۔ مختلف روایتوں کو جوڑ کر بنانے والوں نے ایک دعا بنالی، لیکن حدیث کے الفاظ میں نہ یہ ترتیب ہے، نہ یہ سارے الفاظ ہیں۔ اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں دعا کو درست کرنا چاہئے۔ صحاح ستہ میں تین کتابیں ہیں جن میں تین روایتیں ہیں۔ دو کتابوں میں وہی الفاظ ہیں۔ ایک کتاب میں ان سے الگ الفاظ ہیں اور وہ بھی صحیح دعا ہے۔ اب بتاتا ہوں کہ وہ کتابیں کیا روایتیں بیان کرتی ہیں۔

جامع ترمذی: ایک صحیح کتاب ہے۔ اس میں 'اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ'۔ اس میں 'وَارْفَعْنِیْ' ہے ہی نہیں۔ جس کی مجھے تلاش تھی۔ مجھے اس کی تلاش بھی تھی اور یقین بھی تھا کہ یہ آخر میں ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ بے انتہا فصیح و بلیغ تھے۔ اگر آپ نے کوئی دعا سکھائی ہوتی تو سجدہ میں جانے سے پہلے 'وَارْفَعْنِیْ' کا ذکر ہوگا۔ کیونکہ سجدہ سے انسان کا رفع ہوتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ایک مقام پر یہی فرمایا ہے کہ خدا کا بندہ جب خدا کے حضور عجز سے جھک جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ساتوں آسمان پر رفع فرماتا ہے۔ تو لفظ رفع سجدے کے تعلق میں ہے۔ اس لئے مجھے خوشی ہوتی ہے کہ میرا جو اندازہ تھا وہ آخر ٹھیک نکلا۔ اس حدیث کے الفاظ ہیں: 'اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ'۔ اس میں عَافِنِیْ نہیں ہے۔ دوسری یہ: 'اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ' اس میں وَاجْبُرْنِیْ نہیں ہے۔

تو ثابت ہوا کہ ان تینوں حدیثوں کے الفاظ کا جو فرق ہے وہ بیچ میں سننے والے راویوں کی یادداشت کا فرق ہے۔ شروع سے حدیث صحیح چلی ہے۔ لیکن کوئی ایسا رستہ ضرور ہوگا کہ صحیح پہنچی ہو۔ تو ان دو کتابوں کے الفاظ تو آپس میں نہیں ملتے۔

ایک اور کتاب ہے اس کے الفاظ بھی نہیں ملتے مگر اس کا مضمون بہت اچھا ہے۔ وہ ہے سنن ابن ماجہ۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے حوالے ہمارے لٹریچر میں بہت دیئے جاتے ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: 'رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ'، اے میرے ربّ مجھے بخش، مجھ پر رحم فرما، میری اصلاح فرما دے۔ 'وَارْزُقْنِیْ' مجھے رزق دے، جسمانی و روحانی۔ اور آخر پر 'وَارْفَعْنِیْ' ہے، میرا رفع فرما۔ اس کے بعد 'اَللّٰهُ اَكْبَر' کہا اور سجدہ میں چلے گئے۔ 'رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ'۔ یہ وہ حدیث ہے جو میرے دل کو لگتی تھی۔ اور مجھے یقین تھا کہ مل گئی، اور پھر مل گئی۔

پس یہ تینوں روایات الگ الگ تھیں مگر میرے ذہن نے جو اندازہ لگایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ترتیب سے بات کی ہوگی اور 'وَارْفَعْنِیْ' کا ذکر آخر پر فرمایا ہوگا۔ یہ بات ابن ماجہ سے نکل آئی۔ اس لئے ہماری کتب میں یہ درج ہونی چاہئے۔

ہماری کتب میں جو حدیث ہے وہ ان تینوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ اور کسی اور حدیث میں بھی نہیں ہے۔ ہمارے علماء نے تحقیق نہیں کی کہ یہ پائی بھی جاتی ہے یا نہیں۔ اور وہ الفاظ لکھ دئے جو آپ نے یاد کر لئے۔ میرا خیال ہے کہ ان علماء میں بعض ایسے معتبر علماء بھی تھے۔ ان پر مَیں شک بھی نہیں کر سکتا کہ انہوں نے کہیں بھی نہ پڑھی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے علماء نے ابھی پوری تحقیق نہ کی ہو، یعنی صرف صحیح کتابوں کی تحقیق کی ہو جو چھ صحیح کتابیں ہیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ وہ بعض دوسری کتابوں میں موجود ہو۔...... میرے علم میں ہمارے علماء میں ایک بھی ایسا نہیں جو اپنی طرف سے ایسی کوئی بات گھڑے۔ لیکن جب ہماری کتابوں میں جگہ مل گئی تو اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے کوئی حدیث کہیں پڑھی ہے۔ اس میں الفاظ زیادہ تھے تو ان کو اچھا لگا تو انہوں نے سارے الفاظ بھر دئے۔

'وَارْفَعْنِی' کا مطلب جو غیر احمدی مولوی نکالتے ہیں وہ یہاں ہو نہیں سکتے۔ وہ کہتے ہیں: ''مجھے جسم سمیت اٹھالے''۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رَفَعَ کا لفظ آتا ہے ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ اُس کا اپنی طرف رفع کر لیا اور رفع کا مطلب جسم کے ساتھ اٹھانا ہے۔

اب 'وَارْفَعْنِی' کا مطلب جسم سمیت اٹھا لینے کا ہو ہی نہیں سکتا۔ ورنہ اگلا سجدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ سجدے میں انسان اٹھایا جاتا ہے۔ جتنا خدا کے سامنے جھکو اتنا ہی خدا اونچا کرتا ہے۔ اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ لہٰذا 'وَارْفَعْنِی' کا مطلب ہے ''میرا مرتبہ بلند فرما دے''۔ اور یہ کہہ کر سجدہ میں جائیں تو بات کتنی مکمل اور خوبصورت بن جاتی ہے۔ اور یہ اس حدیث میں نکل آتی ہے۔ اس لئے اب اس حدیث کو یاد کر لو۔ اس کا مضمون ایسا ہے کہ فوراً یاد ہونی چاہئے۔

(اردو کلاس نمبر ۳۲۲۔ ۱۴ منعقدہ نومبر ۱۹۹۷ء)

(اگلی کلاس میں حضور رحمہ اللہ نے اس مضمون کے تسلسل میں فرمایا:)

اس کا ایک ہی راوی ہے۔ اس سے آگے دو تین وہی راوی رہتے ہیں آگے جا کر آخر پر پہنچنے سے پہلے ایک ایک بدل جاتا ہے۔ اور یہی ایک حدیث ہے جو حدیثوں کی تین کتابوں میں ہے جو صحاح ستہ میں ہیں یعنی ابن ماجہ، ابوداؤد اور سنن ترمذی۔ اور اس کے آخر پر 'وَارْفَعْنِی' آتا ہے جو مجھے پسند ہے۔

ہوسکتا ہے اس راوی نے 'وَارْفَعْنِی' تو یاد رکھا ہو اور بعض وہ الفاظ بھول گیا ہو جو دوسرے راویوں نے یاد رکھے۔ اگر سب لفظ جو اس میں استعمال ہوئے ہیں سب کو اکٹھا کر دیں تو جائز ہوگا اور 'وَارْفَعْنِی' والی بات آخر پر ہی رکھیں۔ اب آخر پر یہ دعا کیا بنے گی؟

دوسری روایت جو جامع ترمذی میں ہے اس میں 'وَاهْدِنِیْ' ہے جو اِس میں نہیں ہے تو 'وَاهْدِنِیْ' اس میں add کر دیں۔ اور ابوداؤد کی روایت میں 'وَعَافِنِیْ' ہے جو اس میں نہیں ہے۔ 'وَعَافِنِیْ' ڈال لیں تو 'وَارْفَعْنِی' تک یہ دعا یوں بن جاتی ہے۔ اور اس کی سند ہے اس لئے یہ دعا بتاتے ہیں۔

'رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِی وَعَافِنِی وَاجْبُرْنِی وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِی'۔

ایک راوی نے جس نے 'وَارْفَعْنِی' کی روایت کی ہے اس نے 'رَبِّ' کہا ہوا ہے۔ کیوں؟ سجدہ میں 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' ہی چل رہا ہے۔ اس لئے 'رَبّ' والی دعا کو ہی یاد رکھنا چاہئے۔ 'اَللّٰھُمَّ' بھی کہہ دو ایک ہی بات ہے مگر جو بھی یاد ہو، منہ پر چڑھ جائے وہ ٹھیک ہے۔

'رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِی وَعَافِنِی وَاجْبُرْنِی وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِی'۔ ترجمہ: اے میرے ربّ مجھ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ 'وَاهْدِنِی' اور مجھے ہدایت دے۔ 'وَعَافِنِی' اور مجھے صحت عطا فرما تا کہ مَیں ہدایت پر چل بھی سکوں۔ 'وَاجْبُرْنِی' اور مجھے جسمانی و روحانی لحاظ سے ٹھیک کر دے۔ میری اصلاح فرما دے۔ کوئی چیز ٹیڑھی ہو جائے مثلاً ہڈی ٹوٹ جائے تو اس میں جبَر کرتے ہیں۔ 'وَاجْبُرْنِی' کا یہ مطلب ہے کہ میرے ٹیڑھے جوڑ، ہڈیاں، پسلیاں یعنی روحانی اور جسمانی غلط ہو گئی ہیں ان کو ٹھیک کر دے۔ پھر رزق عطا کر اور میرا رفع کر۔

یعنی اصلاح ہو جائے تو رزق دے تا رزق کا صحیح استعمال کروں اور اس کے بعد ان چیزوں کا استعمال ایسا اچھا کروں کہ 'وَارْفَعْنِی' میرا مرتبہ بلند کر دے۔

(اردو کلاس نمبر ۳۲۳۔ منعقدہ ۱۵/نومبر ۱۹۹۷ء)

☆☆......☆☆......☆☆

اَلتَّحِیَّات

سجدہ میں تین دفعہ 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' پڑھ کر (اٹھنے کے بعد) ہم کیا کہتے ہیں؟ 'اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ ......'۔ تَحِیَّۃ کیا ہوتا ہے؟ تحفہ یعنی تمام اور ہر قسم کے تحفے اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ تحفے کس وجہ سے دیتے ہیں؟ آپ جو تحفے پیش کرتے ہیں تو خاص بات ہوتی ہے۔

'اَلتَّحِیَّات' سے پہلے 'سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی' پڑھا ہے۔ تو امید رکھی ہے کہ اللہ نے آپ پر بہت رحم کئے ہیں۔ آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ کو بڑے بلند مقام دئے ہیں۔ تو جس طرح کوئی بادشاہ کے حضور حاضر ہوتا ہے کہ یہ میرا تحفہ ہے تو 'اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰه' کا مطلب ہوا کہ اگر کسی نے تحفے دینے ہوں تو اللہ ہی کو دے۔

وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَات:۔ صلوات اور طیبات میں کیا فرق ہے؟ صلوات کہتے ہیں بدنی قربانی کو۔ یعنی آپ کا بدن تکلیف اٹھاتا ہے۔ اور نماز اٹھتے بیٹھتے پڑھتے ہیں۔ یہ صلوات ہیں۔ تو تحفے بھی سب اللہ کے اور صلوات بھی جو کی جاتی ہیں یعنی ہر قسم کی بدنی قربانیاں جن میں نماز بھی شامل ہے اللہ کی خاطر لوگ دوڑے پھرتے ہیں اور اتنا کام کرتے ہیں۔ آپ لوگ بھی یہاں خدا کی خاطر آتے ہیں۔ یہ سب بدنی قربانیاں ہیں۔ آپ کا بدن قربانی کرتا ہے۔ تو یہ سب بدنی قربانیاں بھی اللہ کے لئے ہیں۔

وَالطَّیِّبَات: طیّبات کیا ہوتے ہیں؟ طیب کس کو کہتے ہیں؟ جو پاکیزہ ہو اسے طیب کہتے ہیں۔ تو طیبات کا مطلب ہوا پاکیزہ چیزیں۔ اس کا تعلق تحفہ سے بھی ہے۔ خدا کے حضور جب ہم تحفہ پیش کرتے ہیں تو تحفہ ہمیشہ بہترین چیز کا دیا جاتا ہے۔ کیا تحفہ دیتے وقت آپ نے کبھی پرانی چیز نکال کر تحفہ کے طور پر دی ہے۔ تحفہ دیتے وقت سوچنا چاہئے کہ اچھی اور پیاری سی چیز ہو جو آپ کو اچھی لگے۔ اور اگر کسی سے بہت محبت ہو، بہت پیار ہو تو اتنا ہی پیارا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ اور بہت ہی پیارا ہو تو آدمی کہتا ہے کہ جو سب سے اچھی ہے وہ مَیں دیتا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ کے حضور اَلتَّحِیَّات کا یہ بھی مطلب بنا کہ نمازیں بھی بہترین سجی ہوئی ہوں۔ بدنی قربانیاں بھی ایسی ہوں کہ آدمی ان میں کوئی نقص بھی نہ نکال سکے۔

اور طَیِّبَات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں مال بھی شامل ہو۔ آپ کے کپڑے، آپ کی چیزیں۔ اچھی سے اچھی۔ وہ جو حرام کی کمائی کی نہ ہوں، جو جائز ہو۔ چونکہ جو حرام کی کمائی ہو وہ طیّب نہیں کہلاتی۔ اور طیّب کس کو کہتے ہیں؟ صرف حلال چیز ہی کو طیب نہیں کہتے بلکہ جو حلال میں سے بھی بہت اچھی ہو اسے طیّب کہتے ہیں۔ مثلاً اگر مَیں آپ کو سموسے پیش کروں اور وہ بدبودار گوشت کے ہوں، اس میں ہلکی سی بو آئے تو یہ حلال تو ہے، آپ چھوڑ دیں گے اس کو۔ مگر اس میں اگر گوشت کی خوشبو آئے تو اس کو طیّب کہیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حضور صرف حلال ہی پیش نہیں کرنا بلکہ ایسا حلال پیش کرنا ہے جو خوشبوئیں دے۔ دیکھ کے بھی اس میں مزہ آئے، وہ پیش کریں۔

وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ کہہ کر پھر دِل تھوڑا سا رکتا ہے کہ لائے کیا ہیں ہم۔ پیش تو کر رہے ہیں مگر ہے کچھ بھی نہیں، خالی برتن پیش کر رہے ہیں۔ اس کی مرضی ہے کہ وہ قبول کرے۔

وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ پر غور کر کے ایک اور مضمون اس سے نکل سکتا ہے کہ روزانہ کچھ نہ کچھ بدنی قربانیاں پیش کیا کریں۔ روزانہ خدا کے حضور کچھ نہ کچھ، کچھ طیّب پیش کیا کریں۔ اگر آپ یہ کر سکیں تو کم از کم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ تھوڑا تو ہے مگر یہ کچھ ہے جو ہم نے تیرے لائق سمجھا، وہ پیش کر دیا۔

تو نماز ہر جگہ قدم روکتی ہے، انسان کو سوچنے کا کہتی ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ اور ایک نماز میں ساری باتیں ہو ہی نہیں سکتیں۔ اس لئے روزانہ پانچ وقت نماز۔ صبح نماز، شام نماز لیکن آپ بور نہیں ہوتے۔ کیونکہ آپ کی سوچیں ہر نماز میں مختلف ہوتی ہیں۔ ساری باتیں ایک ہی نماز میں تو نہیں سوچ سکتے لیکن آپ کی سوچیں کبھی ایک بات کو لائیں گی کبھی دوسری بات لائیں گی۔ عمر گزر جائے گی مگر نماز ختم نہیں ہوگی۔

تو اَلتَّحِیَّات کے بعد ہم اگلی باتیں کیا کرتے ہیں؟ یہ ساری پیاری پیاری باتیں ہمیں کس نے سکھائی ہیں؟ حضرت رسول اللہ ﷺ نے۔ اللہ کو تو تحفہ پیش کر دیا۔ رسول اللہ کے لئے ہم کیا لائے؟ رسول اللہ ﷺ کے لئے وہ دعا ہے جو اللہ کی طرف سے ان کو عطا ہوئی ہے۔ اور ہماری طرف سے ایک تحفہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوگا۔ اس لئے تحفہ پیش کرتے وقت خدا تعالیٰ کو پہلے غائب بتایا۔ 'اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ' پھر حاضر کی طرف مضمون چلا گیا۔ پھر اپنی طرف مضمون آ گیا۔ تین ہی طریق ہیں جو ہر زبان میں ملتے ہیں۔ (۱) کسی کو غائب میں ذکر کریں۔ (۲) یا مخاطب میں کریں (۳) یا اپنے متعلق بات کریں۔ یہ تینوں باتیں 'اَلتَّحِیَّاتُ' میں موجود ہیں۔ پہلی بار 'اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ' ہے یعنی سب تحفے اللہ ہی کے لئے ہیں۔ دوسری پھر یاد آنا چاہئے کہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے اس اللہ سے ہمارا تعلق بڑھایا اس لئے یہاں رَبِّی نہیں فرمایا۔ کیونکہ یہ تو محمد رسول اللہ کا اللہ ہے جس نے ہم سے تعارف کروایا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ'۔ اے نبیؐ تجھ پر سلام، تو نے کتنی بڑی چیز دی۔ اور یہ کہنے کے بعد آخر میں پھر اپنے پر بھی سلام بھیجا 'اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا'۔

جب رسول اللہ ﷺ پر، اپنے پر اور پھر سب نیک بندوں پر، 'وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ' کہا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے رسولؐ تجھ پر تو ہم نے سلام بھیجا۔ اسی سلام کے نتیجہ میں ہم پر بھی سلام ہو۔ جب رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجو گے تو یاد رکھو تم پر بھی ضرور سلام ہوگا۔ یہ اس کا لازمی طبعی نتیجہ ہے۔ اس لئے آپ بڑے یقین سے کہتے ہیں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِیْن'۔ یعنی ہم پر بھی سلام اور سب دنیا کے اللہ کے بندوں پر بھی سلام ہو۔

یہ اَلتَّحِیَّات کی مختصر سی تشریح ہے اس کو اب آپ لوگ یاد رکھ لیں۔ جب بھی آپ نماز پڑھا کریں، بیٹھتے ہوئے جتنی بھی توفیق ہو ان باتوں میں سے گزریں، ان کو سوچا کریں اور آہستہ آہستہ پھر آگے بڑھا کریں۔ شروع میں جب اَلتَّحِیَّات ادا کریں تو اس طرح ہوشیاری سے بیٹھا کریں کہ پتہ ہو کہ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

(اَلتَّحِیَّات کے بارہ میں مزید فرمایا:)

اَلتَّحِیَّات: یہ جو ترجمہ ہے کہ ''تمام زبانی عبادتیں'' میرے نزدیک تو درست نہیں ہے لیکن جو مَیں نے اپنا مضمون بیان کیا ہے وہ عین لفظوں کے مطابق ہے۔...... اَلتَّحَیَّاتُ درست نہیں ہے۔ اصل تو اَلتَّحِیَّاتُ ہے۔

اَلتَّحِیَّات: تَحِیَّہ کا ایک مطلب ہے 'خوش آمدید کہنا'۔ کسی کو Welcome کہنا۔ اگر ڈکشنری دیکھیں تو عربوں میں اَلتَّحِیَّہ کا یہی معنی ملے گا، Greeting۔ تمام عربوں سے مَیں نے پتہ کیا ہے کہ وہ تمام اَلتَّحِیَّہ کا ترجمہ ہمیشہ تحفہ ہی کرتے ہیں اور اسی معنی میں وہ روز دوستوں کو تحفہ دینے کے لئے

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

استعمال کرتے ہیں۔

اَلتَّحِیَّات: ۔تحیّہ دینا،تحفہ دینا۔اس کو ہدیہ کے معنوں میں لیتے ہیں۔اور میرے نزدیک اَلتَّحِیَّات کا دوسرا معنی بھی یہاں خوب لگتا ہے۔اَلتَّحِیَّات کا مطلب ہے کہ ساری Greetings۔آجاؤ ہمارے گھر شوق سے آؤ۔اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، Welcome, Welcome، یہ ساری باتیں اللہ کیلئے ہیں۔

(اردو کلاس نمبر ۳۲۱۔ منعقدہ ۱۲/نومبر ۱۹۹۷ء)

(اَلتَّحِیَّاتُ کے ترجمہ ''زبانی عبادتوں'' کے بارہ میں فرمایا:)

مَیں تو اس کا جواب پہلے ہی دے چکا ہوں۔ مَیں نے جب ترجمہ کیا کہ "Greetings" اور Greetings تو ہوتی ہی زبانی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں آؤ، جی آیاں نوں، ماشاءاللہ، آجاؤ، Welcome تو Greetings ہوتی ہی زبانی ہیں۔اس بنا پر ترجمہ میں ''زبانی عبادتیں'' آگیا۔لیکن پھر مجھے اس سے پورا اتفاق نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر عبادت کی ہر طرز میں زبانی عبادت بھی داخل ہوتی ہے۔ تو زبانی عبادت کو اس سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور طیبات سے۔ طَیِّبٌ مِنَ الْقَوْلِ بھی قرآن کریم میں آتا ہے۔تو مَیں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ہر عبادت میں قول کا حصہ شامل ہے۔تو اگر آپ ''زبانی عبادتیں'' معنی کر کے ان کو الگ کر دیں گے تو پھر ''اور'' کے معنی ختم ہوجائیں گے۔ اس لئے Greetings کی بجائے تحفہ کا مضمون زیادہ پسند کرتا ہوں۔اور اس میں وہ سارا مضمون آجاتا ہے کہ تحفہ کو کیا ہونا چاہئے۔(اردو کلاس نمبر ۳۲۲۔ منعقدہ ۱۴/نومبر ۱۹۹۷ء)

☆☆......☆☆......☆☆

نماز کے متعلق چند مسائل

فجر کی نماز:

صبح کی نماز میں دو سنتیں اور دو فرض ہیں۔

فرض کیا ہوتا ہے؟ فرض نماز کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کے بغیر نماز ہو ہی نہیں سکتی۔اور فرض اس نماز کو کہتے ہیں کہ جو اگر نہ پڑھی جائے تو پھر اللہ کی نافرمانی ہوجائے گی اور ہم سمجھیں گے کہ ہم نے جیسا فرض تھا، ادا نہ کیا۔جیسے ہم کہتے ہیں کہ تمہارا فرض ہے کہ پڑھائی کرو۔تمہارے فرض ہے کہ یہ کرو...... وہ کرو۔اگر تم نہ کرو گے تو فرض ادا نہیں ہوگا۔تو صبح کی جو دو رکعتیں ہیں نماز فجر کی، وہ فرض ہیں، ان کے بغیر تو گویا نماز ہی نہیں ہوگی۔خانہ خالی رہ گیا۔سارے دن کی نمازیں بھی ساتھ برباد۔

سنّتیں کیا ہوتی ہیں؟ آنحضرت ﷺ نماز فرض سے پہلے اور فرض کے بعد جو رکعتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے ان کو ہم سنّتیں کہتے ہیں۔لیکن سنّتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ایک مؤکدہ اور ایک غیر مؤکدہ۔یہ تشریح فقہ کی باتیں ہیں، ان فقہ کی باتوں سے مَیں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔جو باتیں یاد رکھنی لازمی ہیں وہ یہ ہیں کہ صبح کی سنّتیں معاف نہیں ہوتیں۔ صبح کی دو سنّتیں آپ سفر میں بھی پڑھیں گے۔ یہ سفر میں بھی نہیں گریں گی۔حالانکہ ظہر کی پہلی سنّتیں اور بعد کی سنّتیں سفر میں ہوں تو غائب۔فرض پڑھ لیں تو وہی کافی ہیں۔لیکن رسول اللہ ﷺ کا طریق تھا کہ آپ صبح کی دو سنّتیں کبھی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔اس لئے یہ فرض کے قریب قریب ہوجاتی ہیں۔فرض تو نہیں لیکن جیسا کہ فرض۔ دو رکعتیں سنّت کی پہلے اور پھر فرض۔ لیکن آنحضرت ﷺ صبح کی سنّتیں ہلکی پڑھا کرتے تھے۔ایک ہی نماز ہے آپ کی جس کو ہمیشہ بہت ہی ہلکا کرلیا کرتے تھے۔یعنی صبح کی نماز پہ جانے سے پہلے سنّتیں تیز پڑھتے تھے۔ دیکھنے والے بعض اوقات حیران ہوتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اتنا تیز یعنی رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے تیز۔ ہمارے لحاظ سے تیز نہیں۔رسول اللہ ﷺ جیسی نمازیں پڑھتے تھے ان کے مقابل پر صبح کی سنّتیں بہت ہلکی لگتی تھیں۔چونکہ تہجد کے بعد نماز پہ جانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ آرام فرماتے تھے اور پھر جلدی کرتے تھے نماز پہ جانے کے لئے۔بہتر یہ ہے کہ سنّت گھر میں پڑھیں اور فرض مسجد میں جا کر پڑھیں۔

تہجد:

نماز تہجد نفل ہے۔اصل نفل یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ﴿فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ نَافِلَه سے مراد نفل ہے۔لیکن نفل تو انسان سارا دن پڑھ سکتا ہے۔ ہر نماز کے بعد پڑھ سکتا ہے۔بعض لوگ مغرب کے بعد پڑھتے ہیں، بعض عشاء کے بعد پڑھتے ہیں۔تو یہ سب نوافل ہیں۔نفل کی جمع نوافل ہے۔

تہجد کے بعد آخر پر ایک رکعت پڑھ لیں تو یہی وتر ہوجاتے ہیں۔تہجد کے وقت نماز پڑھیں، قرآن پڑھیں، گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ، کاموں کے لحاظ سے جتنی توفیق ملے ٹھیک ہے۔قرآن شریف میں فرمایا ﴿مَا تَيَسَّرَ﴾ تَيَسَّرَ کا مطلب ہے توفیق۔تو قرآن پڑھنے کی نماز میں جتنی بھی توفیق ملے ویسا ہی پڑھے اور تہجد بھی اپنی توفیق کے مطابق پڑھے۔

نماز آرام سے پڑھنی ہوتی ہے۔ مرغی کی طرح ٹھونگے نہیں مارنے، آرام سے نماز پڑھتے ہیں۔اس لئے اس تہجد کی نماز میں وقت چاہئے۔جلدی میں تو نہیں ہوسکتی۔مگر وقت کے لحاظ سے آپ اپنے لئے چن لیا کریں۔جتنی تہجد پڑھنی ہو شوق سے پڑھیں۔

(اردو کلاس نمبر ۳۲۱۔ منعقدہ ۱۲/نومبر ۱۹۹۷ء)

بقیہ: رپورٹ جلسہ سالانہ بینن
از صفحہ نمبر ۱۶

نمائش و تبلیغی سٹال

مردانہ جلسہ گاہ و زنانہ جلسہ گاہ کے درمیان ایک سکول کی عمارت میں ایک بہت بڑی نمائش کا اہتمام کیا گیا۔اس نمائش میں جماعتی لٹریچر کے علاوہ مترجم قرآن کریم، جائے نماز، T. Shirts، فریم اور دیگر بہت ساری اسلامی یادگاروں پر مبنی اشیاء برائے فروخت رکھی گئیں۔ اس نمائش کا اصل مقصد شرق و غرب سے آئے نومبائعین تک جماعت احمدیہ کے مقاصد، تعارف اور ترقی سے آگاہ کرنا تھا۔اس مقصد کے لئے بڑی محنت اور جانفشانی سے قریباً ۲ ماہ کی مسلسل محنت کر کے ایک باتصویر نمائش لگائی گئی۔جس میں بینن میں احمدیت کی ۳۵ سالہ تاریخ پر مبنی تصاویر لگائی گئیں۔اس تمام ریکارڈ کے لئے خاص طور پر مکرم امیر صاحب نے مدد کی جنہوں نے سابق امیر مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب کے محفوظ شدہ تاریخی شواہد فراہم کئے اور اس کو بہتر طور پر محفوظ کرنے کے بارے میں گاہے گاہے رہنمائی بھی فرمائی۔

علاوہ ازیں قرآن کریم و احادیث مبارکہ کے مختلف زبانوں میں تراجم کا Desk بنایا گیا۔ نقشوں کے ذریعہ دنیا بھر میں خدمتِ انسانیت اور خدمت اسلام کو واضح کیا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ و خلفائے احمدیت کی بڑے سائز کی تصاویر اور اس کے علاوہ مساجد اور شہدائے احمدیت کی تصاویر لگائی گئیں۔

اس نمائش کو مرد و زن کے لئے علیحدہ علیحدہ اوقات میں دکھایا گیا۔ ایک بہت بڑی تعداد نمائش سے مستفید ہوئی۔

دیگر ممالک سے وفود

جلسہ میں شامل ہونے کے لئے ہماری طرف سے دیگر ممالک کے امراء کو دعوت نامے بھجوائے گئے اور الحمدللہ کہ مندرجہ ذیل ۹ ممالک کے نمائندے تشریف لائے۔

(۱) مکرم حافظ جبریل سعید صاحب نائب امیر گھانا
(۲) مکرم ناصر سدھو صاحب نائب امیر بورکینا فاسو
(۳) مکرم الحاج محمد مے شانو صاحب امیر نائیجیریا
(۴) مکرم اکبر احمد صاحب انچارج نائیجر مشن
(۵) مکرم قدوس احمد صاحب انچارج ٹوگو مشن
(۶) مکرم عمر کاروالہو ینتھو داسوزا صاحب Sao Tome
(۷) مکرم امین جواہر صاحب ماریشس

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل تحسین ہے کہ اکثر وفود دور دراز کا سفر بذریعہ سڑک طے کر کے آئے اور نائیجیریا سے ۹۲/افراد کا ایک بڑا وفد بذریعہ بس اور ۱۲/ افراد کا وفد بذریعہ گاڑیوں کے ہز ایکسی لینسی سلطان آف آگادیس کے ہمراہ تشریف لائے۔علاوہ ازیں ٹوگو سے ۸۵/افراد کا وفد بذریعہ بس تشریف لایا۔ فجزا ھم اللہ احسن الجزاء۔

گھانا کے وفد میں مکرم نائب امیر صاحب گھانا شامل رہے وہ بھی بذریعہ سڑک تشریف لائے۔ بورکینا فاسو کے وفد کا استقبال بورکینا فاسو کے بارڈر پر جا کر کیا گیا اور یہ وفد لوکل مشنری مکرم عبدالعزیز صاحب کے ہمراہ جلسہ گاہ تک پہنچا۔نائیجیریا کے وفد کا استقبال بھی نائیجیریا بارڈر پر جا کر کیا گیا۔ ماریشس کے وفد میں مکرم امیر صاحب ماریشس و مکرم عیسیٰ تو جو صاحب چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ شامل تھے جو بذریعہ ہوائی جہاز تشریف لائے۔ ساؤتومے سے مکرم عمر کاروالہو (Carvalho Oumer) بنفسِ نفیس جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے اُن کے ہمراہ مکرم عمر دوش سنتوش (Dos Santos) بھی تھے۔مکرم عمر کاروالہو صاحب اپنے ملک ساؤتومے کی ایک معزز اور جانی پہچانی شخصیت ہیں۔آنجناب اس ملک ساؤ تومے کے سابق صدر کے First Advisor رہے ہیں اور فی الوقت آپ کو گنی ایکواٹوریل (Guinni Ecvatorial) میں اپنے ملک ساؤتومے (Saotome) کی طرف سے سفیر مقرر کیا گیا ہے۔ آپ نہایت سادہ اور نیک طبیعت کے حامل بزرگ شخصیت ہیں اور جماعت احمدیہ ساؤتومے کے President بھی ہیں۔

لنگرخانہ

جلسہ میں ایک اہم شعبہ کھانے کی تیاری و تقسیم کا تھا۔اس مرکزی لنگر خانہ کے ذریعہ ۵۰ ہزار سے زائد نفوس کو کھانے کی تقسیم کی گئی۔VIP'S کے لئے کھانے کی پکوائی و تقسیم کو اس مرکزی لنگر خانہ سے الگ کر دیا گیا تھا۔

کھانے میں یہاں کی لوکل ڈشیں یعنی پٹ اور یام بنایا گیا جس کے لئے یام اور مکئی کا پہلے سے ایک بہت بڑا ذخیرہ اکٹھا کر لیا گیا تھا۔علاوہ ازیں چاول بھی تیار کئے گئے۔سالن میں گوشت تیار کیا گیا جس کے لئے ۱۶ گائیاں مہیا کی گئیں جن میں سے ایک گائے کنگ آف پاراکو کی طرف سے تھی اور ۴ کولن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے چندہ جلسہ سالانہ کے طور پر مہیا ہوئیں۔

لنگر خانہ کے انچارج مکرم اصغر علی بھٹی صاحب اپنے کارکنان کے ہمراہ چار روز تک دن رات مسلسل اس کام کو بغیر کسی روک کے کرتے رہے۔اس ضمن میں کھانے کی پکوائی کے کام میں نیشنل صدر لجنہ مکرمہ الحاجہ صوبیداتھ داؤدہ صاحبہ (Subedath Daouda) نے بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے اپنی لجنہ ٹیم کے ہمراہ کام کیا۔

الحمدللہ کہ مرکزی لنگر خانہ کا کام مورخہ ۱۶/دسمبر سے ۲۳/دسمبر ۸ روز تک جاری رہا۔ اور تقریباً ۲۰۰ ممبرات لجنہ اماء اللہ اور ۵۰ خدام دن رات اس شعبہ میں کام کرتے رہے۔اس شعبہ میں معاونت کے لئے مکرم امیر صاحب نائیجیریا کے تعاون

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

F0ZMAN FOODS
A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
0181-553-3611

سے ۶ تربیت یافتہ افراد کی ایک ٹیم بھی مہیا ہوئی جنہوں نے ہماری کھانا پکوائی وتقسیم کے سلسلہ میں اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید کیا اور گاہے گاہے رہنمائی کرتے رہے۔

لنگر خانہ کا ایک حصہ سٹاک لنگر خانہ بھی تھا۔ اس سٹاک میں مختلف علاقہ جات سے مہیا کی گئی اشیاء جو بطور چندہ جلسہ سالانہ آئیں کے علاوہ دیگر خرید کردہ اشیاء بھی رکھی گئیں۔ تقسیم سٹاک کے انچارج مکرم عارف محمود صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے اس کام کو سرانجام دیا۔

VIP کے کھانے کا انتظام

VIP کے کھانے کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا جس کے انچارج مکرم عرفان احمد صاحب مربی سلسلہ تھے اور مکرم قدوس احمد صاحب اُن کی معاونت میں شامل رہے۔ اس شعبہ کے تحت مہمانان گرامی کے لئے ریفریشمنٹ اور کھانے وغیرہ کا بہترین انتظام رہا۔

منتظمین جلسہ سالانہ

جلسہ سے قریباً ۵ ماہ قبل ہی مکرم امیر صاحب نے نیشنل عاملہ بینن سے مشورہ کے بعد خاکسار ڈاکٹر عبدالوحید کو بطور افسر جلسہ سالانہ نامزد کیا اور بغرض منظوری حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں بھجوایا۔ حضور نے ازراہ شفقت منظوری عنایت فرمادی۔

یاد رہے کہ جلسہ سالانہ کے تمام شعبہ جات کو چار نائب افسران کے ذریعہ تقسیم کرکے فعال بنایا گیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

مکرم اصغر علی بھٹی صاحب ایڈیشنل افسر جلسہ سالانہ برائے ضیافت، کھانے کی تقسیم، بجلی و پانی، جلسہ گاہ کی تیاری، ٹرانسپورٹ، بازار۔

مکرم خالد محمود صاحب۔ نائب افسر جلسہ سالانہ برائے فنانس، پروگرامنگ، VIP رہائش و طعام، آڈیو وڈیو، ڈیکوریشن، نظم وضبط۔

مکرم انوار احمد صاحب۔ نائب افسر جلسہ سالانہ برائے رجسٹریشن، استقبال، طبی امداد، جنرل انفارمیشن، نمائش۔

مکرم اگبا کیس رائی صاحب۔ نائب افسر جلسہ سالانہ برائے رہائش، سیکورٹی، صحت وصفائی، پارکنگ، وقار عمل، گمشدہ اشیاء۔

جلسہ کا پہلا دن

جلسہ سالانہ کا پہلا دن ۲۱ دسمبر ۲۰۰۲ء جمعہ کا روز تھا۔ یوں تو لوگ دو دن قبل سے ہی آنا شروع ہوگئے تھے اور تہجد اور نماز باجماعت وغیرہ کا آغاز دو دن قبل سے ہی شروع تھا مگر ۲۰ تاریخ کو پوری شان کے ساتھ پروگراموں کا آغاز ہوا۔ صبح نماز تہجد جلسہ گاہ میں ادا کی گئی جس میں قریباً آٹھ ہزار سے زائد افراد شامل تھے۔ بعد ازاں نماز فجر ادا کی گئی اور درس قرآن دیا گیا۔ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر لوگ جلسہ کی کارروائی کے لئے تیاری کرنے لگے۔ نماز فجر اور ناشتہ کے بعد لوگوں کی ایک کثیر تعداد گروہ در گروہ ٹرکوں اور لوکل ویگنوں کے ذریعہ آنا شروع ہوئی اور جلسہ کے آغاز تک ہماری تمام مارکیاں کھچا کھچ بھر چکی تھیں۔ اتنی بڑی تعداد کو اُن کی ضروریات کے ساتھ سنبھالنا ایک بہت ہی بڑا کام محسوس ہو رہا تھا اور دل ڈر رہا تھا کہ کہیں ہماری کمزوریوں کی وجہ سے کوئی کام خراب یا ادھورا نہ رہ جائے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہم کمزوروں کو ہمت اور طاقت دی اور ہر مسئلہ کو بخوبی انجام دینے کی توفیق دی۔ مکرم امیر صاحب نے سب مرکزی مبلغین کو پہلے دن جلسہ کی کارروائی کے بعد ایک میٹنگ بلا کر تسلی دی، دعا کروائی اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کا ارشاد فرمایا اور پیش آمدہ مسائل سن کر اُن پر مناسب رہنمائی فرمائی۔ یہ سب یوں لگ رہا تھا کہ خدا تعالیٰ ہمارے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اس قدر بڑی ذمہ داری کو نبھانے کی توفیق دے رہا ہو۔

بادشاہوں کی آمد

اس جلسہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی رہی کہ اس جلسہ میں وہ دو بڑے بادشاہ یعنی کنگ آف الاڈا اور کنگ آف پاراکو جن کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘ پورا ہوا خود شامل ہوئے۔ کنگ آف پاراکو نے جلسہ سے قبل ہی اپنے پروگرام سے آگاہ کر دیا کہ وہ اس جلسہ میں اپنے ذاتی گھوڑوں پر سوار ہوکر آئیں گے۔ سو الٰہی بشارت کا وہ حصہ کہ بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کو گھوڑوں پر سوار دکھائے گئے بھی ایک حد تک خدا تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔ بادشاہوں کی اس طرح جلسہ کے لئے آمد ہمارے لئے بڑی قابل فخر بات تھی اس وجہ سے مکرم امیر صاحب نے خاص ارشاد فرمایا کہ ہم سب لوگ جلسہ گاہ سے باہر نکل کر مین ہائی وے پر جاکر خود بادشاہان کا استقبال کریں گے اور انہیں جلسہ گاہ تک لائیں گے۔ اس لئے نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد جس میں لگ بھگ پچاس ہزار سے زائد نفوس شامل نماز رہے مکرم امیر صاحب بینن کے ہمراہ تمام ملکوں کے وفود اور نیز دیگر بادشاہ سب مل کر مین ہائی وے پر آگئے جہاں پر کنگ آف پاراکو اور دیگر بینن کے بادشاہ ۲۵ گھوڑوں پر سوار بڑی شان کے ساتھ آئے۔ مکرم امیر صاحب بینن، امیر صاحب نائیجیریا، نائب امیر صاحب گھانا، نائب امیر صاحب بورکینا فاسو، امیر صاحب ماریشس اور دیگر کئی ایک افراد نے بڑھ کر استقبال کیا۔ کنگ آف پاراکو نے خاص طور پر امیر صاحب سے درخواست کی کہ وہ ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور اُن کے ہمراہ جلسہ گاہ تک جائیں جس پر امیر صاحب کو بھی ایک گھوڑے پر سوار کیا گیا۔ اس طرح تمام بادشاہ جن میں ہز ایکسی لینسی سلطان آف آگادیس (نائیجر) مع اپنے وفد کے بھی شامل تھے جلسہ گاہ تک تشریف لائے۔

جلسہ کی کارروائی

نماز جمعہ کے بعد جلسہ کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز ہوا جو کہ جماعت احمدیہ اور بینن کے جھنڈے فضا میں لہرا کر کیا گیا۔ ان جھنڈوں کے واسطے بھی جلسہ گاہ کے ایک طرف ایک خاص جگہ معین کی گئی جہاں جماعت اور بینن کے نیشنل جھنڈے کے علاوہ ٹوگو، نائیجر، ساؤتومے، سنٹرل افریقہ، Gabon کے جھنڈے بھی نصب کئے گئے جو اُن ملکوں کی نشاندھی کرتے تھے جو امارت بینن کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اس کارروائی میں Toui کے لوکل سکول اور کالج کے تمام طلباء جلسہ گاہ میں ایک خوبصورت سماں بناتے ہوئے داخل ہوئے اور جونہی پرچم کشائی ہوئی ان طلبا نے بڑے وقار کے ساتھ بینن کا قومی ترانہ خوش الحانی سے گایا۔

مکرم عبدالغنی جہانگیر صاحب نمائندہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ بینن کا جھنڈا فضا میں جونہی بلند کیا تو سب احباب نے زیرلب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ ہزاروں افراد کا اجتماع اس ورد کو بڑی محبت اور جوش سے دہرا رہا تھا اور فضا میں ایک روح پرور نظارہ بن رہا تھا۔ بعد ازاں ہز ایکسی لینسی کنگ آف پاراکو جنہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت کپڑوں کا تبرک حاصل کرنے کا موقع ملا، نے بینن کا جھنڈا لہرایا۔

اس تقریب کا سماں قابل دید تھا یہی وجہ ہے کہ بعد از تقریب جنرل سیکرٹری آف آل دی کنگز آف بینن جناب کیکا (Kika) صاحب از خود مکرم امیر صاحب کے پاس آئے اور گلے لگا کر کہنے لگے کہ آج سے پہلے میں نے احمدیت کے بارے میں جو سنا، وہ سب آج ڈھل گیا ہے اور اس کلمہ کا ورد جس محبت سے آج میں نے یہاں سنا وہ کبھی پہلے نہ سنا۔ یقیناً یہ احمدیت ہی ہے جو حقیقی اور سچا اسلام ہے۔

نماز جمعہ وعصر

پرچم کشائی کی خوبصورت تقریب کے بعد نماز جمعہ وعصر کی تیاری ہوئی۔ نماز جمعہ مکرم عبدالغنی جہانگیر صاحب نے پڑھائی اور اپنے خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو جلسہ پر خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ وہ مقصد جو سب احباب لے کر یہاں آئے ہیں اللہ اُس کو پورا فرمائے اور جلسہ کی برکات سے مستفید فرمائے۔ آپ نے کہا کہ بینن کے متعلق جو کچھ ہم سنا کرتے تھے اور اطلاعات ملا کرتی تھیں ہم ان کی صداقت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ آپ نے دعا کی کہ اللہ اسی طرح اپنے فضلوں سے ترقی دیتا چلا جائے۔

پروگرام جلسہ کا باقاعدہ آغاز

نماز جمعہ وعصر کی ادائیگی کے بعد جلسہ کے پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ یہ وہ سیشن تھا جس میں لگ بھگ پچاس ہزار مردوزن جلسہ میں حاضر تھے۔ حضور انور کے نمائندہ خصوصی مکرم عبدالغنی جہانگیر خان صاحب نے اس اجلاس کی صدارت فرمائی۔ تلاوت مکرم حسینی آلیو صاحب نے کی اور بعد ازاں اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ اس کے بعد امتیاز احمد نوید صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ نائیجیریا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام بڑی خوش الحانی سے پیش کیا جس کے بعد اس کا ترجمہ فرنچ میں پیش کیا گیا۔

بعد ازاں مکرم حافظ احسان سکندر صاحب امیر جماعت احمدیہ بینن نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم آج اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اتنے بڑے جلسہ کی توفیق دی۔ آج پچاس ہزار سے زائد لوگ صرف اور صرف اسلام اور اسلام کی محبت اور اسلام کے مغز کو پانے کا مقصد لے کر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ آپ نے وضاحت فرمائی کہ اس سال ہم نے اس تعداد کو جلسہ پر لانے کے لئے کس قدر کوشش کی اور خصوصاً نومبائع جماعتوں تک روابط کر کے اُن کو یہاں لانے کا بیڑا اُٹھایا اور اللہ نے ہمارے اس ٹارگٹ کو پورا فرمایا۔

آپ نے تمام احباب جماعت کو سفر کی مشکلات اور دقتوں پر صبر کرنے کی درخواست کی اور دعا کے لئے کہا کہ اللہ اس جلسہ کو کامیاب فرمائے ہر فرد جماعت کو جلسہ کی ساری برکتیں دے اور حضرت مسیح موعودؑ کی ساری دعاؤں کا مورد بنائے۔ بعد ازاں آپ نے احباب جماعت کو جلسہ سالانہ کی اہمیت سے آگاہ فرمایا اور جلسہ کا تعارف کروایا کہ کس طرح اس جلسہ کا آغاز قادیان دارالامان کی ایک چھوٹی سی بستی سے ہوا اور آج کئی ملکوں میں اس کی شاخیں پھیل گئی ہیں اور ہمارے ملک بینن میں بھی اللہ نے اس کا ایک صحت مند پودا لگا دیا ہے۔ اس افتتاحی تقریر کے بعد ۴ ڈیپارٹمنٹس کے اطفال نے مل کر نماز پڑھنے کا طریق سب لوگوں کے سامنے دکھایا اور بعد ازاں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاکیزہ روح پرور منظوم کلام: ’’ہے دست قبلہ نما لا الہ الا اللہ‘‘ سرے کالے (Serekalli)، توئی (Toui)، بوزوں (Bozoun) اور کابوا (Kaboua) سے آئے ہوئے اطفال کے ایک گروپ نے نہایت خوش الحانی سے پیش کیا۔ اس نظم کے بعد Ouesse ڈویژن کے Sous Prefet یعنی آفیسر اویسے (Ouesse) ڈویژن نے تقریر کی۔ اس ڈویژن میں ہی ہمارا جلسہ تھا جس کی وجہ سے آنجناب کو خصوصی طور پر حکومت کی طرف سے شمولیت کے لئے ارشاد تھا۔ آپ نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کی بینن میں بے لوث اور محبت بھری خدمت کو بیان کیا اور خصوصاً گاؤں گاؤں ہر کس وناکس کے دکھ میں شریک ہونا اور مذہب کے میدان میں تعصب سے پاک معاشرے کو قائم کرنا جماعت احمدیہ کا ہی خاصا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج اتنی بڑی تعداد جس پیغام کو سننے کے لئے اکٹھی ہوئی ہے میں اپنی اور حکومت کی طرف سے اُس کو سراہتا ہوں اور تمام آنے والوں کو اس ڈیپارٹمنٹ میں خوش آمدید کہتا ہوں اور بخیریت واپسی کی دعا کرتا ہوں۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

امام کی طرف دیکھتے رہو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

’’جو جماعتیں منظم ہوتی ہیں ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کے بغیر ان کے کام کبھی بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتے...... ان شرائط اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم شرط اور ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تو پھر انہیں امام کے منہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اور اس کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہئے۔ اور افراد کو کبھی بھی ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہئے جن کے نتائج ساری جماعت پر آکر پڑتے ہوں۔ کیونکہ پھر امام کا مقام تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے‘‘۔ (الفضل ۵ جون ۱۹۳۷ء)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-
http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت سیدہ چھوٹی آپاؒ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۴؍ستمبر ۲۰۰۲ء میں حضرت سیدہ چھوٹی آپا کا ذکر خیر (مرتبہ مکرمہ سیدہ نسیم سعید صاحبہ) شامل اشاعت ہے۔

مکرم لطف الرحمٰن صاحب نے حضرت سیدہ کے ماتحت بارہ سال سے زائد عرصہ بطور ڈرائیور گزارا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ بہت شفیق تھیں، سفر میں دوسروں کا خاص خیال رکھتیں۔ جب کسی دورہ سے واپس آتیں تو فرماتیں ''پہلے بچیوں کو اُن کے گھر اتاریں اور پھر مجھے گھر چھوڑیں''۔ اسی طرح مجھے کہا ہوا تھا کہ جب بچیوں کو رات کو گھر چھوڑنے جاؤں تو جب تک لڑکی اپنے گھر میں داخل نہ ہو جائے، گاڑی آگے نہ لے جاؤں۔

آپ کی ہدایت تھی کہ جب بھی سفر سے واپس آؤں تو آپ کو ضرور اطلاع دوں۔ ایک رات جب لاہور سے ایک بجے واپس آیا تو ڈرتے ڈرتے آپ کے گھر گیا تاکہ اطلاع دوں۔ خیال تھا کہ شاید اتنا دیر سے آنے پر ڈانٹ پڑے لیکن جب مَیں نے گھنٹی بجائی تو فوراً ہی دروازہ پر آپ تشریف لائیں اور فرمایا: خیریت سے آگئے۔ عرض کیا: جی۔ پوچھا: کھانا کھایا ہے؟۔ عرض کیا گھر جاکر کھاؤں گا۔ فرمایا: اب رات کو گھر جاکر والدہ کو تنگ کروگے۔ پھر آپ نے خود روٹی بناکر مجھے دی۔ اتنی رات گئے کسی نوکر کو بھی بے آرام نہیں کیا۔

جس روز میری دعوت ولیمہ تھی، اُس روز اچانک تیز ہوا کے ساتھ بارش آگئی۔ مَیں پریشانی کے عالم میں آپ کے پاس دفتر گیا اور لجنہ ہال میں دعوت کرنے کی اجازت چاہی۔ میری گھبراہٹ دیکھ کر آپ نے فرمایا: مَیں دعا کرتی ہوں، انشاءاللہ بارش اور ہوا رُک جائے گی، جاکر شامیانے دوبارہ لگواؤ، اب بارش نہیں آئے گی۔ چنانچہ مَیں واپس آیا تو چند ہی منٹ میں موسم بہت خوشگوار ہوچکا تھا جو ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔

مکرم ملک سلطان احمد صاحب معلم وقف جدید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ بہت ہمدرد اور غریب پرور تھیں۔ خاکسار نے اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر اُسی روز دوپہر گیارہ بجے ایک رقعہ کے ذریعہ آپ سے عرض کیا کہ آج ساڑھے تین بجے رخصتانہ ہے، اگر تشریف لاسکیں تو ہماری خوش بختی ہوگی۔ عین وقت پر آپ تشریف لے آئیں۔ آپ کو نہ صرف گھٹنے کی تکلیف تھی بلکہ آپ نے نفلی روزہ بھی رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تکلیف میں بھی جب مَیں نے ایک واقف زندگی معلم کی بیٹی کے رخصتانہ کا پڑھا تو پھر مَیں نہیں رہ سکی۔

کپتان چودھری عبدالرحمٰن صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۳؍ستمبر ۲۰۰۲ء میں مکرم کپتان چودھری عبدالرحمٰن صاحب آف دھوریہ ضلع گجرات کا تفصیلی ذکر خیر مکرم پروفیسر محمد سمیع طاہر صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔ آپ ۹؍نومبر ۲۰۰۰ء کو لاہور میں ۸۶؍سال کی عمر میں وفات پاگئے اور بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مکرم کپتان صاحب ۱۹۱۴ء میں علاقہ کے معزز زمیندار مکرم چوہدری سلطان علی گورسی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا نام کرم دین تھا جو غالباً ۱۸۹۸ء میں احمدی ہوئے تھے اور ۱۹۲۰ء میں اُن کی وفات ہوئی۔ مکرم کپتان صاحب نے تعلیمی مدارج اعلیٰ اعزاز کے ساتھ طے کئے۔ پانچویں، آٹھویں اور دسویں میں وظائف حاصل کئے۔ میٹرک کے بعد زراعتی کالج لائلپور میں داخل ہوئے۔ لیکن یہاں کی تعلیم آپ کے مزاج کے مطابق نہ تھی چنانچہ ۱۹۳۲ء میں فوج میں بھرتی ہوگئے۔ پھر بسلسلہ ملازمت متعدد مقامات پر مقیم رہے۔ ہر جگہ مقامی جماعت اور احمدیوں سے قریبی رابطہ رکھتے تھے۔ جب حضرت مصلح موعودؓ سکندرآباد تشریف لائے تو آپ وہیں تھے۔ مقامی احباب نے آپ کے تبلیغ کے شوق کے بارہ میں حضورؓ کو بتایا تو حضورؓ نے اپنے گلے کے ہاروں میں سے ایک ہار اتار کر آپ کے گلے میں ڈال دیا۔ یہ ہار لے کر آپ اپنے گاؤں آئے جہاں آپ کی شادی کی تیاریاں مکمل تھیں۔ چنانچہ شادی والے دن آپ نے حضورؓ کا عطا کردہ ہار پہن رکھا تھا۔

کپتان عبدالرحمٰن صاحب اوائل عمر سے ہی اوصاف حمیدہ کے حامل اور صالح کردار کے مالک تھے۔ نہایت سادہ مزاج، مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور۔ ہمیشہ راضی برضا رہنے والے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ دوسروں کی مدد پر ہر وقت آمادہ رہتے۔

آپ اوائل عمر ہی سے حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ سے سچی محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور خلفاء وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والے تھے۔ ابھی نویں جماعت میں تھے کہ دوستوں کے مجبور کرنے پر کسی غیراز جماعت ملّا کی تقریر سننے گاؤں کی مسجد میں چلے گئے۔ جب ملّا نے حسب روایت حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ پر کیچڑ اچھالنا شروع کیا تو آپ برداشت نہ کرسکے اور کھڑے ہوکر ملّا سے مخاطب ہوکر کہا کہ ہمارے دیہاتی ماحول میں کنجری جب سرمحفل ہیر نہ سنائے تو لوگ اسے کنجری نہیں کہتے اسی طرح اگر مولوی احمدیت پر کیچڑ نہ اچھالے تو لوگ اسے مولوی نہیں سمجھتے۔ لیکن اے مولوی! خدا اپنے پیارے بندوں کو برا بھلا کہنے والوں کو معاف نہیں کیا کرتا، ان کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔

بات بڑھتی دیکھ کر کپتان صاحب کے دوست آپکو مسجد سے باہر لے گئے۔ دوسری طرف وہ ملّا چند روز بعد ایک حادثہ میں مر گیا اور گاؤں میں ایک عرصہ تک اس ایمان افروز واقعہ کا چرچا رہا۔

سکندرآباد میں جب پہلی دفعہ آپ کا جانا ہوا تو آپ نے پسند نہ کیا کہ ایک انسان یکّہ میں بیٹھا ہو اور دوسرا انسان اس کو کھینچ رہا ہو۔ لیکن ایک کوچوان نے جب بڑا اصرار کیا تو آپ نے کہا کہ تم میرا سامان گاڑی میں رکھ لو مَیں تمہارے ساتھ پیدل چلوں گا۔ اس پر کوچوان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ کہنے لگا: اصل بات یہ ہے کہ میرے مرشد پنجاب کے رہنے والے ہیں اور میرے حالات ایسے نہیں کہ پنجاب جاسکوں اور وہاں جاکر اپنے مرشد کے خلیفہ میاں محمود کی زیارت کرسکوں۔ آپ پنجاب سے آئے ہیں آپ کو یکّہ پر بٹھاکر سمجھوں گا کہ مَیں نے اپنے مرشد کے ہم وطن کی خدمت کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے کوچوان کو گلے سے لگاکر بتایا کہ وہ بھی اسی مرشد کے پیرو ہیں اور حضرت صاحب بہت جلد سکندرآباد آنے والے ہیں۔ آپ جب بھی اس یکّہ بان کا ذکر کرتے تو آنکھیں نمناک ہوجاتیں۔

کپتان عبدالرحمٰن کی شادی ہوئی تو دوسری عالمگیر جنگ چھڑ گئی۔ سنگاپور کے محاذ پر آپ جاپانیوں کے ہاتھوں قیدی بنائے گئے لیکن دوران قید خندق کھود کر چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ فرار ہوگئے۔ جنگلوں اور ویرانوں میں ایک لمبا عرصہ بھٹکنے کے بعد جب دہلی پہنچے تو ایک غلط فہمی کی بناپر لال قلعہ دہلی کے زیرزمین قید خانہ میں ڈال دئے گئے۔ مقدمہ چلا تو بہت سے قیدیوں کو سزائے موت دیدی گئی جبکہ آپ باعزت بری ہوگئے۔

آپ بیان کیا کرتے تھے کہ لال قلعہ کی قید میں ماہ رمضان آگیا۔ اذان کی آواز قلعہ کے اندر آتی تھی لیکن روشنی کا گزر نہ تھا۔ ایسے حالات میں آپ نے رات کی روٹی بچاکر صبح پانی کے ساتھ کھاکر روزے رکھے۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ جو سرور اور لطف زمین دوز قید تنہائی میں نمازوں میں آتا تھا، وہ بیان نہیں ہوسکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کے صبر اور استقامت کو شرف قبولیت بخشا اور آپ باعزت بری ہوکر اپنے گھر آئے۔

آپ ۱۹۵۳ء میں ۳۹ سال کی عمر میں فوج سے ریٹائرڈ کردئے گئے۔ دل میں بڑا شوق تھا کہ مرکز سلسلہ ربوہ میں رہائش اختیار کریں۔ چنانچہ ربوہ آکر گزر بسر کیلئے لکڑی کا ٹال لگایا۔ کچھ عرصہ آڑھت کا پیشہ اختیار کیا، ایک میڈیکل سٹور میں بھی حصہ ڈالا لیکن ان میں سے کوئی کام اچھا نہ لگا۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء میں بطور سویلین آفیسر، فوج میں ملازم ہوگئے اور آرڈیننس میں سیکورٹی آفیسر بن کر کوئٹہ چلے گئے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ کی تبدیلی لاہور ہوگئی۔

آپ تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہد تھے۔ ۲۲ سال کی عمر میں وصیت کی توفیق پائی تھی۔ سالہاسال لاہور چھاؤنی کے سیکرٹری مال رہے، تمام لازمی و طوعی چندوں میں بڑے باقاعدہ تھے۔ آپ کا چندہ ہمیشہ فاضلہ رہا۔ سرکاری واجبات کی ادائیگی بھی بروقت اور پوری احتیاط سے کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد پر جب مَیں ریڈیو لائسنس بنوانے گیا یا ایک کوٹھی کے کرایہ پر انکم ٹیکس دینے گیا تو متعلقہ سرکاری اہلکار حیران ہوکر کہتے کہ آجکل کون ریڈیو لائسنس چیک کرتا ہے۔ یا اب تو اصل آمد چھپائی جاتی ہے لیکن آپ کوٹھی کے کرایہ پر بھی ٹیکس دیتے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں آپ کی اہلیہ محترمہ اچانک وفات پاگئیں تو نو بچوں کی ساری ذمہ داریاں آپ نے تنہا صبر و شکر سے نبھائیں، تعلیم دلائی اور شادیاں کیں۔

مکرم غلام رسول ورک صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۴؍ستمبر ۲۰۰۲ء میں مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب مربی سلسلہ نے اپنے مختصر مضمون میں مکرم لیفٹیننٹ کرنل غلام رسول ورک صاحب کا ذکر خیر کیا ہے۔

آپ ۱۹۲۶ء میں ضلع گجرات کے ایک گاؤں کھیریانوالی میں مکرم چودھری حاکم علی صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ ضروری تعلیم حاصل کرکے فوج میں شامل ہوئے۔ ستمبر ۱۹۵۸ء میں قبول احمدیت کی توفیق پائی اور نومبر ۱۹۷۹ء میں نظام وصیت سے وابستہ ہوگئے۔ آپ ایک خداترس اور شریف النفس انسان تھے۔ ۳؍جون ۲۰۰۲ء کو لاہور میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

قبول احمدیت کے بعد آپ نے ثابت قدمی سے مخالفت کا مقابلہ کیا اور دعوت الی اللہ کرتے رہے، واقف کاروں کو ربوہ لاتے، زعیم انصاراللہ حلقہ بھی رہے، دوسروں کی مدد پر ہمیشہ آمادہ رہتے۔ مہمان نواز اور غرباء کا خاص خیال رکھنے والے تھے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۳؍ستمبر ۲۰۰۲ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالمنان ناہید صاحب کی نظم بعنوان ''ثاقب زیروی'' سے انتخاب پیش ہے:

کیا دل کا دھڑکنا ہے، یہ کیا رشتۂ جاں ہے
شائد یہ جہاں کارگہِ شیشہ گراں ہے
اک درد کی لہر ایسی اٹھی بزم سخن میں
دلگیر بہت قافلۂ ہم سخناں ہے
اب کون جگائے گا تری آواز کا جادو
افسردہ بہت محفلِ آشفتہ سراں ہے

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611

Vol. 10 Friday, May 9, 2003 Issue No. 19

بینن کی سرزمین پر افریقہ کے تاریخ ساز ۱۸ ویں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک اور پیشگوئی کا شاندار ظہور

☆......کنگ آف پراکو کی سربراہی میں ملک کے بڑے بادشاہوں کا ۳۰ رکنی وفد گھوڑوں پر سوار ہوکر جلسہ میں شامل ہونے کے لئے پہنچا تو فضا اللہ اکبر کے نعروں سے تھرّا اٹھی۔ ☆......وقفے وقفے سے ملک کے دیگر حصوں سے ۷۰ مزید روایتی بادشاہوں کی شرکت کے ساتھ ساتھ نائیجر کے سب سے بڑے بادشاہ سلطان آف آگادیس کا ۱۲ رکنی وفد ۲۵۰۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے جلسہ میں شامل ہوا۔ ☆......۵۰ ہزار سے زائد احمدی احباب کی شرکت۔ ☆......نیشنل ٹی وی، ملک کے تمام ریڈیوز اور ۲۰/اخبارات کے صحافیوں کا ایک بڑا گروہ تقریباً چار دن تک جلسہ کی رپورٹنگ کے لئے جلسہ گاہ میں موجود رہا۔

(رپورٹ: ڈاکٹر عبد الوحید ۔ افسر جلسہ سالانہ بینن)

(دوسری قسط)

انتظامات کی حتمی شکل

جلسہ سے تین روز قبل جلسہ کے انتظامات کو حتمی شکل میں لانے کے لئے دیگر علاقوں سے بھی خدام کی ٹیمیں تشریف لے آئیں۔ نیز اس دوران تمام منتظمین جلسہ بھی پہنچ گئے اور اپنے اپنے مقررہ کاموں میں مصروف ہوگئے۔ کھانے کی پکوائی کے لئے علیحدہ سے ایک لنگر کا انتظام کیا گیا اور اس کے لئے ایک گھر صرف اشیاء کے سٹاک کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ایک وسیع جگہ کھانے کی پکوائی کے لئے ریزرو کی گئی نیز کھانے کی تقسیم کے لئے بھی ایک علیحدہ جگہ رکھی گئی۔ پانی کے لئے چونکہ گاؤں میں کوئی خاص انتظام نہ تھا اس لئے ہمیں پاراکو کے مربی صاحب کی کوشش سے محکمہ پانی کی جانب سے دو بڑے بڑے پانی کے ٹینک جو ۳۰ ہزار لیٹر پانی ایک وقت میں مہیا کرسکتے ہیں دستیاب ہوگئے جن کے ذریعہ پکوائی اور وضو وغیرہ کے لئے پانی بآسانی مہیا ہوتا رہا۔ مہمانانِ خصوصی کے لئے دو گھر کرایہ پر لئے گئے نیز ان کے لئے کھانے کی پکوائی اور کھانا کھلانے کے لئے ایک الگ جگہ پر انتظام کیا گیا۔

مردانہ وزنانہ مارکی کی تیاری

جلسہ سے تین روز قبل مردانہ و زنانہ مارکی کی تیاری شروع ہوگئی۔ یہ مارکی ایک ٹینٹ سروس والوں کی طرف سے مہیا ہوئی تھی جنہوں نے جماعت کے ساتھ خصوصی تعاون کیا اور مارکی کے بہت بڑے سائز کو مدّنظر رکھتے ہوئے اس کی اونچائی کو عام بڑے سے بڑے سائز سے بھی اونچا کیا تاکہ اس میں حبس پیدا نہ ہو۔ زنانہ مارکی مردانہ مارکی کی نسبت ۲۵ فیصد چھوٹی رکھی گئی تھی۔ مردانہ مارکی کا سائز ۱۲۰ میٹر× ۹۴ میٹر اور زنانہ مارکی کا سائز ۸۰ میٹر× ۴۵ میٹر تھا۔ دونوں مارکیوں کو بینن میں استعمال ہونے والے سب سے بڑے سائز کے ٹینٹ کے ۲۷۵ ٹینٹس کو جوڑ کر بنایا گیا۔ مارکیوں کے نیچے صفیں بچھائی گئیں اس کے لئے ۲۱۰۰ صفیں بازار سے خریدی گئیں۔ علاوہ ازیں ہر گاؤں میں پہلے سے انتظام کیا گیا کہ لوگ اپنی اپنی صف اپنے ہمراہ لے کر آئیں اس طرح ایک بڑی تعداد صفوں کی لوگوں کے ہمراہ آئی جس کے ذریعہ بیٹھنے اور سونے کا انتظام ہوا۔ دونوں مارکیوں میں VIP'S کے بیٹھنے کے لئے علیحدہ سے انتظام کیا گیا۔

مردانہ جلسہ گاہ میں VIP کے بیٹھنے کے لئے ایک ہزار کرسیوں کی گنجائش پر مشتمل مارکی لگائی گئی اور ایک ہزار کرسیاں فراہم کی گئیں۔ جہاں مختلف گاؤں کے آئمہ، بادشاہ، سرکردہ شخصیات اور جرنلسٹ وغیرہ کے لئے انتظام رکھا گیا تھا۔

سٹیج

مردانہ جلسہ گاہ میں سٹیج کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر حصہ ۷ میٹر× ۵ میٹر کا تھا۔ گویا کل سٹیج ۲۱ میٹر× ۱۵ میٹر کا تھا۔ پہلا سٹیج VIP مہمانوں کے لئے تھا جس کو مختلف پریفے (Prefet) اور سو پریفے (Sous Prefet) یعنی گورنرز اور اُن کے نیچے کے لیول تک نیز انتہائی اہم شخصیات کے لئے بھی خاص کیا گیا۔ دوسرا سٹیج دوسری طرف بادشاہوں کے لئے لگایا گیا۔ یہ وہ بادشاہ تھے جن میں سے کچھ نائیجیریا اور کچھ نائیجر سے اور اکثریت بینن کے احمدی بادشاہوں کی تھی۔

ان دو سٹیجوں کے درمیان ایک بڑا سٹیج تھا جس پر مختلف ممالک کے نمائندگان اور احمدی وفود کے لئے جگہ مہیا کی گئی نیز ڈائس اور صدر مجلس کے لئے بھی جگہ مہیا کی گئی۔ تینوں سٹیجوں کو انتہائی خوبصورتی سے لگایا گیا تھا۔ نیز بڑے سٹیج کے پس منظر میں ۷ میٹر× ۵ میٹر کا بڑا بینر لگایا گیا جس پر ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ والی آیت کریمہ مع ترجمہ کے لکھی گئی۔ نیز احمدی LOGO:۔

"L'Islam est la religion de l'anconr Harmonie et Fraternite". لکھا گیا یعنی اسلام محبت، اخوت اور بھائی چارے کا مذہب ہے۔

آرائش

جلسہ گاہ اور اسی طرح جلسہ گاہ کی طرف جانے والے تمام راستوں کو خوبصورت بینرز کے ساتھ سجایا گیا تھا جن پر کلمہ، قرآنی آیات، احادیث اور نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات لکھے گئے تھے۔ گاؤں سے باہر مین ہائی وے پر دو دو کلومیٹر تک دونوں طرف خوبصورت مختلف رنگوں کے جھنڈے آویزاں کئے گئے تھے جو انتہائی دلکش نظارہ پیش کرتے تھے۔ اسی طرح ایک ۷ میٹر×۷ میٹر لمبا بینر بھی آویزاں کیا گیا جس پر کلمہ طیبہ لکھا گیا۔

روشنی

جس گاؤں کا انتخاب جلسہ کے لئے کیا گیا تھا اگرچہ دیگر کئی پہلوؤں سے بہت ہی موزوں تھا مگر یہاں ایک بڑی پرابلم بجلی کے نہ ہونے کی تھی۔ مگر اللہ کے فضل سے ہمیں بینن کے بجلی گھر سے بہت ہی تعاون ملا جس پر ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔ ڈائریکٹر بجلی و پانی برائے بورگو وآلی بوری (Borgou and Alibori) ڈیپارٹمنٹ جناب عمران صاحب کی طرف سے ہر ممکن تعاون ملا اور ایک ۲۵ KVA اور ایک ۵۰ KVA کے دو بڑے جنریٹر مع کئی ایک بڑی طاقت کی Lights اور تار وغیرہ دستیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ ہم نے ۲۵۰ ٹیوب لائٹ کرایہ پر بھی حاصل کیں جس کی بدولت جلسہ گاہ اور اس کے اردگرد کے راستے بھی رات کے وقت دن کا نظارہ پیش کرتے تھے۔

ٹرانسپورٹ

اس شعبہ نے بھی جلسہ سالانہ کے لئے ایک اہم کردار ادا کیا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بینن میں Public Transport کا فقدان ہے اور لوگ ٹیکسی پر ہی سفر اختیار کرتے ہیں۔ مگر ٹیکسی کے ذریعہ سفر انتہائی مہنگا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا متبادل یہ طے کیا گیا کہ بڑے بڑے ٹرک کرایہ پر لئے جائیں اور تمام ڈیپارٹمنٹ میں بھجوائے جائیں تاکہ لوگ کثرت سے ہر ڈیپارٹمنٹ سے بآسانی جلسہ پر آسکیں۔ اس مقصد کے لئے ۲۰ بڑے ٹرک کرایہ پر لئے گئے۔ ان ٹرکوں کو بار بار مختلف گاؤں میں بھجوا کر لوگوں کو جلسہ پر لایا گیا۔ جلسہ والے دن اور بعد از جلسہ ان ٹرکوں کی آمد و رفت بھی ایک روح پرور نظارہ پیش کرتی تھی۔ لوگوں کا بچوں اور عورتوں کے ساتھ دن کی گرمی اور گرد و غبار میں سفر اور پھر جوق در جوق آنا بہت ہی ایمان پرور نظارہ تھا۔

کار پارک

جلسہ کی تعداد اور مدعوین کو مدّنظر رکھتے ہوئے کار پارک کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک جنرل کار پارک دوسرا VIP کار پارک اور تیسری جگہ ٹرکوں وغیرہ اور بڑی گاڑیوں کی پارکنگ کے لئے مخصوص کی گئی۔

آڈیو، وڈیو

جلسہ کی کارروائی کو براہِ راست سب لوگوں تک پہنچانے کے لئے آڈیو ویڈیو کے شعبہ نے بڑی محنت سے کام کیا۔ بڑے بڑے سپیکر نصب کئے گئے علاوہ ازیں ویڈیو پرُجیکٹر کے ذریعہ زنانہ جلسہ گاہ میں مردانہ جلسہ گاہ کی کارروائی براہ راست نشر کی گئی۔ نیشنل ٹی وی اور MTA نے جلسہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی۔

تراجم

چونکہ بینن کی اکثر آبادی لوکل زبانوں پر ہی انحصار کرتی ہے۔ اس لئے طے یہ پایا کہ جلسہ کی کارروائی کو کم از کم چار زبانوں میں ترجمہ کرکے براہ راست سنایا جائے۔ اس کے لئے ایک الگ تراجم سیکشن قائم کیا گیا اور تراجم کا کے لئے Cabines بنائے گئے اور لوکل زبانیں، باریبا (Bariba)، فوں (Fon)، ناگو (Nago) اور ڈنڈی (Dindi) میں جلسہ کی کارروائی کو براہ راست ترجمہ کرکے اُس زبان کے سمجھنے والوں تک پہنچایا گیا۔

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔